

یَقْدُرُ وَرَبُّكَ الْكَوْمُ الَّذِي عَمَّ بِالْقَلَمِ

الخط العثماني في السيم الفلاني

مؤلفه

استقر حرم بخش عفا اللہ عنہ مقیم مدرسہ عربی خیر المدارس ملتان شہر

اس رسالہ میں خط: رسم الخط کے معنی: ان کا فرق: فن رسم الخط کا موضوع غرض: ماخذ خط کی بارہ قسمیں علم رسم الخط کی تاریخ: ابن خلدون کے قول پر گرفت فن کتابت و تحریر کی مختصر سرگزشت: جمع قرآن و تشکیل قراءات کی مختصر تاریخ: مصاحف عثمانیہ کی تاریخ قرآن کے اعراب: نقطے: خموس و اعشار اجزاء و منازل و رکوعات ان تمام امور کے بعد رسم الخط کے مکمل فروش و اصول سات (حصوں میں) اور آخر میں رسم الخط کے دوسرے سے علیحدہ اور جدا ہونے کی حکمتیں اور اس بارہ میں تین ہدایت: بحمدہ تعالیٰ یہ تمام مضامین نہایت جامع و عمدہ پیرایہ پر درج ہیں۔

ملنے کا پتا

ادارہ نشر و اشاعت اسلامیات درجہ قراءات مسجد سراجاں

حسین آگاہی ملتان پاکستان

طبع دوم ۱۰۰۰

قیمت

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب

← عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔

← مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload)

کی جاتی ہیں۔

← دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹوکاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشر و اشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

← کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔

← ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

← نشر و اشاعت، کتب کی خرید و فروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

مقدمہ

اسم رسم الخط کے مبادی کے متعلق نہایت مفید معلوماتیں

الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفَى وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ اَبَا بَعْدُ
(چوں کہ محقق اور متجرب اماموں نے صحیح اور غیر صحیح قراءۃ کے معلوم کرنے کے لیے ایک ضابطہ مقرر کیا ہے۔ اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس قراءۃ میں مندرجہ ذیل تین رکن ہوں وہ قراءۃ صحیح ہے۔ اور اس کو صحیح سمجھنا اور قبول کرنا امت پر فرض اور واجب ہے۔

۱۔ متصل اور صحیح سند کے ذریعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو۔
۲۔ صرف و نحو کی کسی ایک وجہ کے مطابق ہو۔
۳۔ عثمانی مصاحف کی رسم کے موافق ہو۔

اسی بنا پر قرآن کی رسم الخط کا فن بھی جلیل القدر اور عظیم الشان ہے اور اسی لیے اس میں بھی علماء نے بہت سی چھوٹی اور بڑی کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔ اسی سلسلہ کا اہم اور ذوق حلقہ ”المقنع“ بھی ہے جو فن قراءۃ کے زبردست امام علامہ دانی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے جس میں موصوف نے مصاحف عثمانیہ کا رسم الخط اور اس کے قواعد نہایت

اختصار اور جامعیت کے ساتھ بیان کیے ہیں اور اس کتاب کے معتبر اور مقبول ہونے ہی کی بنا پر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کے مضامین کو اپنے مشہور قصیدہ رائیہ میں نظم کیا ہے۔ مگر چوں کہ یہ دونوں عربی میں ہیں اس لیے اُن سے تو عربی دان حضرات ہی نفع حاصل کر سکتے ہیں اس بنا پر خیال ہوا کہ اپنی زبان اردو میں ”المقتح“ اور ”رائیہ“ کو مختص کر کے ہدیہ ناظرین کیا جائے۔ تاکہ جو حضرات عربی سے واقف نہیں ہیں اور اس فن (رسم القرآن) کا شوق اور عشق دل میں رکھتے ہیں۔ وہ بھی ان سے نفع اٹھا سکیں اس لیے حق تعالیٰ پر بھروسہ اور اسی سے پورا کرنے کی امید رکھتے ہوئے اس کام کو شروع کرتا ہوں۔ وَهُوَ حَسْبِي وَنَعْمَ الْوَكِيل۔

اس رسالہ کے اکثر مضامین مفتوح اور رائیہ ہی سے لیے گئے ہیں۔ اور بعض زائد باتیں بھی ہیں جو ہمارے عام مصاحف و نیز دوسری کتب سے ماخوذ ہیں۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مقصد شروع کرنے سے پہلے خط اور رسم الخط کے معنی اور اُن کا فرق اور فن کا موضوع، غرض و غایت، حکم اور ماخذ اور اس کے بعض دیگر متعلقات کو بھی ذکر کر دیا جائے۔ پس سے جاننا چاہیے کہ خط کے معنی ہیں کلمہ کو اس کے ان حروف ہجاء سے لکھنا جو اس پر وقت اور اس سے ابتداء کرنے کے وقت پائے جاتے ہیں اور رسم الخط کے معنی ہیں قرآنی کلمات کو حذف و زیادت اور وصل و قطع کی پابندی کے ساتھ اس شکل پر لکھنا جس پر صحابہ کرام اجماع ہے اور تو ان کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

سے منقول ہے

پسے محققین کی رائے پر قرآن کے خط میں تبدیلی درست ہے یعنی نسخ و عربی کے بجائے خط نستعلیق (اردو اور فارسی خط) میں بھی لکھ سکتے ہیں چنانچہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ کی اتقان میں ہے کہ زکشی فرماتے ہیں "کیا قرآن کو غیر عربی خط میں لکھنا درست ہے؟ مجھے اس بارہ میں کسی عالم کی کوئی عبارت نہیں ملی، لیکن اس کی گنجائش ہے کہ اس کو جائز قرار دیا جائے۔ کیونکہ پڑھنے والے تو اس کو خوبصورت اور درست کر کے عربی میں پڑھیں گے۔ گو قریب زبر ہی ہے کہ اس سے منع کیا جائے چنانچہ عربی کے سوا دوسری زبان میں قرآن کا پڑھنا حرام ہے اور اس لیے بھی کہ عرب قلم کی بابت یہ کہتے ہیں کہ وہ دو زبانوں میں سے ایک زبان ہے جس طرح انسان زبان سے مقصود کو ظاہر کرتا ہے اسی طرح قلم کے ذریعہ بھی مقصد ظاہر ہو جاتا ہے۔ اور عرب عربی کے سوا کسی اور خط سے واقف نہیں تھے۔ اور قرآن کے بارہ میں حق تعالیٰ نے بِدْسَانِ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ فرمایا ہے لیکن رسم الخط میں تبدیلی قطعاً ناجائز ہے۔ اور خط اور رسم الخط میں فرق کرنے کے لیے ان مثالوں میں غور کیجئے اَلْعَلَمِيْنَ، اَلرَّحْمٰنُ، هُوَ لَاۤءٌ، مِنْ تَبَاۤئِیِ الْمُرْسَلِيْنَ وغیرہ۔ یہ چار کلمات ہیں۔ ان کا موجودہ خط نورسم عثمانی کے موافق ہے کیوں کہ ان میں الف لکھا ہوا نہیں ہے۔ اور هُوَ لَاۤءٌ میں وَاوُ اور مِنْ تَبَاۤئِی میں یا لکھی ہوئی ہے۔ اور اگر ان کو اس طرح لکھیں اَلْعَالَمِيْنَ، اَلرَّحْمٰنُ، هَاۤءٌ لَاۤءٌ، مِنْ تَبَاۤئِی الْمُرْسَلِيْنَ۔ تو ان کی کتابت گو تلفظ کے مطابق ہے۔ لیکن رسم عثمانی کے بالکل خلاف ہے۔ کیونکہ ان میں الف لکھا ہوا ہے

نیز ھُوَ لَاءِ میں واؤ اور مِنْ تَبَئِی میں یا مرسوم نہیں ہے پس یہاں خط تو ہے لیکن رسم الخط نہیں ہے۔ اسی طرح اگر ان الفاظ کو نسخ و عربی کے بجائے خط نستعلیق (اردو) میں لکھیں تب بھی دو صورتیں ہوں گی یعنی حروف میں کمی و بیشی نہ ہوگی تو وہ خط کے بدل جانے کے باوجود بھی رسم عثمانی کے موافق کہلائیں گے اور اگر حروف میں کمی بیشی ہو جائے گی تو پھر رسم کے خلاف ہوں گے۔ خط بدلے یا نہ بدلے اور اس سے یہ بھی نکل آیا کہ قرآن کا ہندی اور انگریزی میں لکھنا بالکل ناجائز اور حرام ہے۔ کیونکہ ہندی اور انگریزی میں عربی کے بہت سے حروف نہیں آتے۔ پس وہ خط میں معدوم رہیں گے۔ ان سطور سے خط اور رسم کے معنی اور ان کا فرق بخوبی واضح ہو گیا۔

قائدہ: (الف) خط کی بارہ قسمیں ہیں۔

۱۔ معطلی: یہ حضرت ادریس علیہ السلام کی ایجاد ہے۔

۲۔ قیرآموزی: سب سے پہلے مکہ میں قرآن مجید اسی خط میں لکھا گیا تھا۔

۳۔ حیرمی: اس پر قرآن مجید مدینہ منورہ میں لکھا گیا۔ صحابہؓ نے حیرہ کے قیدیوں

سے یہ خط سیکھا تھا۔ اس لیے حیرمی کہلاتا ہے۔

۴۔ کوفی: اس پر قرآن ۳۶ھ میں لکھا گیا۔

۵۔ نسخ، ۶۔ ثلث، ۷۔ ریحان، ۸۔ توفیق، ۹۔ محقق، ۱۰۔ رقا، ۱۱۔ یہ

چھٹوں خط ابن مقلہ نے عرب کے خط (معطلی اور کوفی) میں تصرف کر کے ۳۶ھ میں نکالے

ہیں۔ ان میں سے نسخ پر قرآن ۳۶ھ میں لکھا گیا۔ پس قرآن کے یہ چار دور ہیں۔

قیرآموزی، حیرمی، کوفی نسخ اور اب نسخ ہی میں لکھنے پر بعض نے امت کا اجماع بتایا ہے

۱۲۔ تعلق، قرآن مجید کے مذکورہ بالا چاروں اذکار میں خط میں تو تبدیلی ہوئی۔ لیکن بسم الخط میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اور ان بارہ خطوں میں سے پہلے دس خط عربی ہیں۔

(ب) قرآن سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لکھا گیا تھا۔ چنانچہ وحی کے لکھنے والے یہ حضرات تھے: حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت امان بن سعیدؓ، حضرت خالد بن سعیدؓ، بن العاصؓ، حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ، حضرت العلاء بن حضرمیؓ، حضرت حنظلہ بن الرزیع رضی اللہ عنہم و عنہما اجمعین۔ (وغیر ہم)

جب کوئی آیت یا سورت نازل ہوتی تو آپ ان میں سے کسی کو بلا کر لکھوا دیتے تھے۔ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ آپ نے کسی سے پڑھنا اور لکھنا نہیں سیکھا لیکن اس پر بھی جس طرح صحابہ کو قرآن کا پڑھنا سکھایا اسی طرح اس کے لکھنے کے طریقے بھی بتائے چنانچہ اعلیٰ قاری نے رائیہ کے شعر ۲۶ کی شرح میں لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی کے کاتب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ دو اوت کا منہ کھلا رکھو تاکہ تنگی کے سبب دقت نہ ہو اور قلم برتر چھاقط لگاؤ اور بسم اللہ کی باکو خوب بڑی لکھو۔ اور سین کے دندانوں کو بھی دھج کرو۔ اور ہم کی آنکھ کو خراب نہ کرو اور اللہ کو خوبصورت لکھو اور رحمن کو یعنی اس کے فون کو دراز کرو اور الرحیم کو عمداً سے لکھو اس سے معلوم ہوا کہ قرآن یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لکھا گیا تھا صرف اتنی بات تھی کہ اس وقت مختلف چیزوں پر تھا۔ کتابی شکل میں یا ایک جلد میں نہ تھا۔ پھر دوسری بار

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں چھوٹے چھوٹے اجزاء کی صورت میں ایک جلد میں جمع کیا گیا۔ پھر تیسری مرتبہ بہت ہی استہام کے ساتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حکم سے متعدد نسخوں میں لکھا گیا تینوں دفعہ کی جمع میں یہ فرق ہے کہ پہلی مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں متفرق چیزوں میں الگ الگ تھا۔ دوسری مرتبہ صرف ایک جلد میں جمع کیا گیا لیکن تلاوت کے موافق ترتیب وار نہ تھا۔ اور تیسری مرتبہ تلاوت کے موافق ترتیب سے لکھا گیا۔ اور انہی بات سب میں مشترک تھی کہ اس وقت تک ان سب میں حرکات اور نقطے نہ تھے۔ تاکہ تمام قراءت کے نکل آنے کی گنجائش رہے۔ کچھ عرصہ تک یہی حالت رہی حتیٰ کہ لوگوں میں ایسی صورتیں رونما ہوئیں جن کے سبب حرکات اور نقطے لگانا ضروری ہو گیا۔ نیز ہر مرتبہ میں رسم الخط بھی وہی رہا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آپ کے حکم سے جاری ہوا تھا۔ اور وَمَا كُنْتُمْ تَلُوْنَ (عنکبوت) میں تلاوت اور کتابت کی نفی وحی سے پہلے زمانہ کے ساتھ مقید ہے یعنی وحی سے پہلے نہ تو آپ تلاوت فرماتے تھے اور نہ کتابت سے واقف تھے۔ باقی وحی کے بعد جس طرح آپ تلاوت فرماتے تھے۔ اسی طرح کتابت کا علم بھی بخوبی اور کامل ترین طریق پر رکھتے تھے۔ اور وَإِنَّا لَهُ لَحَفِظُونَ (حجر) میں جو حفاظت کا وعدہ ہے وہ بھی عام ہے جو الفاظ و معانی اور رسم تینوں کو شامل ہے اور حق تعالیٰ نے تینوں ہی کی حفاظت فرمائی ہے۔

۱۔ الف) اس فن کا موضوع قرآن مجید کے حروف من حیث الکتابت ہیں۔ کیونکہ اس میں حروف کی رسم ہی کا بیان ہوتا ہے۔

(ب) اس کی غرض و غایت یہ ہے کہ قرآن مجید جس طرح الفاظ اور معنی کے اعتبار سے محفوظ ہے اسی طرح رسم کے لحاظ سے بھی محفوظ ہے اور امت اس کو یاد کر کے اللہ کی رضا و خوشنودی حاصل کرے اور قرآن مجید کی کتابت ٹھیک اسی طرح کرے جس طرح یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے اجماع سے کتابت کیا گیا تھا۔ امام ابو شامہ فرماتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا مقصد یہ تھا کہ قرآن سے بالکل اسی طرح لکھا جائے جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری میں لکھا گیا تھا۔

اس کا حکم یہ ہے کہ علماء و قراء واجب ہے کہ قرآن کے رسم الخط کا علم حاصل کریں اور اس کی پیروی کریں اور اس کی مخالفت نہ کریں۔ اس لیے کہ یہ زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رسم ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے امانت دار تھے۔ اور کسی کی لیے بھی اس کی گنجائش نہیں کہ قرآن کو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی کتابت کے خلاف لکھے۔ انہوں نے جو کچھ بھی لکھا ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم اور آپ کے حکم اور آپ کے ارشاد اور آپ کے کھولنے کے موافق لکھا ہے۔

امام مالک اور امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ قرآن کی لکھائی کی مخالفت ناجائز بلکہ حرام ہے۔ اور صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے اجماع سے جس طرح لکھا گیا ہے۔ اس میں تبدیلی کرنے کی گنجائش نہیں کیوں کہ وہ علم میں ہم سے بڑھ کر درود و زبان کے لحاظ سے صادق تر اور امانت داری میں ہم سے بڑھ کر

۷۔ اس کا ماخذ عثمانی مصاحف ہیں۔ اور ان کی رسم بالکل اسی طرح ہے جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضور ہی میں تھی۔ اس لیے کہ یہ سب کے سب حضرت زید اور ان کی ماتحتی میں قریش کی ایک جماعت جن میں حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت ابی بن کعب، حضرت عبدالرحمن بن حارث بن ہشام، حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم بھی ہیں۔ ان حضرات کے لکھے ہوئے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں۔

۸۔ امام (جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے مخصوص تھا)
 ۹۔ مدنی۔ (جو اہل مدینہ کے لیے تھا)
 ۱۰۔ مکی، ۱۱۔ کوفی، ۱۲۔ بصری اور ان دونوں کے مجموعے کو عراقی کہتے ہیں۔

۱۱۔ شامی، ۱۲۔ بحر بنی، ۱۳۔ مینی۔
 لیکن بحر بنی اور مینی کے رسم کافن کی کتابوں میں ذکر نہیں آتا۔
 ہدایت :- حضرت زید رضی اللہ عنہ دس سال سے وحی کے کاتب تھے۔ اور صحابہ میں سے اس بارہ میں کوئی بھی ان کا مساوی نہ تھا۔ اور دلیل یہ ہے کہ افضل ترین صحابہ نے دونوں مرتبہ یعنی صدیقیؓ اور عثمانیؓ دور میں ایک رائے ہو کر قرآن کے جمع کرنے کا اعلیٰ ترین کام انہی کے سپرد کیا۔ نیز حضرت زید رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے انسِ آخری دور میں بھی حاضر تھے جو آپ نے جبریل علیہ السلام کے ساتھ فرمایا تھا۔

تاریخ علم رسم الخط

رسم ان لغت میں مندرجہ ذیل پندرہ معانی میں مستعمل ہوتا ہے۔
 ۱۔ نشان خط و کتابت، ۲۔ نقش یا نقش پا، ۳۔ علامت، نقشہ، ۴۔ مکان کا
 مشابہو نشان، ۵۔ تجویز، ۶۔ حکم، ۷۔ رواج، ۸۔ تفسیر، ۹۔ تعریف،
 ۱۰۔ قاعدہ و قانون، ۱۱۔ دبا ہوا کنواں، ۱۲۔ مجاز، عرب کہتے ہیں آسری
 وَذَكُم رَسْمًا وَدَعَى حَقِيقَةً؛ میں تمہاری محبت کو مجازی اور اپنی
 محبت کو حقیقی سمجھتا ہوں ۱۳۔ رَسَمَ عَلَيْكَ؛ تنخواہ مقرر کی، ۱۴۔ عِلْمُ
 رَسْمِ الْأَرْضِ؛ علم جغرافیہ، ۱۵۔ بِرَسْمِ فَلَانٍ؛ فلاں کے پتہ پر۔
اور کاتبین کی اصطلاح میں رسم کہتے ہیں کلمہ کو اُس کے اُن حروف بجا۔
 سے لکھنا جو اس پر وقف کرنے اور اس سے ابتداء کرنے کے وقت پائے
 جاتے ہیں۔

اور بعض کہتے ہیں کہ رسم اُن حروفی شکلوں اور نشانوں کا نام ہے۔ جو
 سنے جانے والے کلمات کو ظاہر کریں اور دلی ارادوں کی ترجمانی کریں
 و گویا دل کی ترجمانی کتابت کا دوسرے درجہ پر نفع ہے اور پہلا درجہ
 لغوی دلالت کا ہے لغوی اور اصطلاحی معنی میں مناسبت ظاہر ہے۔
 کیوں کہ کتابت و تحریر سے بھی کاغذ میں اثرات اور نشانات پیدا ہو جاتے ہیں۔
 اور عثمانی رسم الخط کے معنی یہ ہیں قرآنی کلمات کو حذف و زیادت
 وصل و قطع کی پابندی کے ساتھ اُس شکل پر لکھنا جس پر دور عثمانی میں صحابہ

کرام رزک کا اجماع ہو چکا ہے۔ اور جو تو اتر کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔ پس قرآن کی رسم توقیفی و اجماعی ہے۔ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی ہے۔ اور دلیل علیہ ہے کہ رَحِمَتْ لِعُمَّتِ وَغَیْرہ اور یُؤْتِ اللّٰهُ، وَیَذَرُ اِلٰی نَفْسِی وَغَیْرہ میں اس بات پر اتفاق ہے کہ ان پر وقف اضطراری و امتحانی تنا سے اور یا اور واؤ کے بغیر کریں گے۔ پس اگر رسم توقیفی نہ ہو تو لازم آئے گا کہ حق تعالیٰ نے تو ان کلمات کو قیاس کے موافق دھا، یا، واؤ ہی سے نازل فرمایا تھا۔ لیکن صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسم سے ناواقف ہونے کے سبب تنا سے اور یا اور واؤ کے بغیر لکھ دیا۔ اور خود بھی ان کلمات پر اسی طرح غلط وقف کرتے رہے اور (چودہ) سو سال کے طویل عرصہ سے امت کے تمام قراء اور حفاظ بھی اسی طرح غلط وقف کرتے چلے آ رہے ہیں۔ حالانکہ حق تعالیٰ نے خود قرآن حکیم کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے۔ جو سورت، آیت، جملہ حرفت نیز لفظ و معنی اور رسم سب کو عام ہے۔ پس جب ایک ایک حرفت کی حفاظت کا وعدہ ہے تو یہ کہنا کیوں کر صحیح ہوگا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کلمات کو غلطی سے اس طرح لکھ دیا ظاہر ہے اس صورت میں حق تعالیٰ کی حفاظت کا وعدہ صادق نہیں رہے گا۔

ع ۲ نیز قرآن کے لکھنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم چواہیں تھے۔ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو قرآن نکھتے تھے اور یہ حال ہے کہ نبی سے خطا ہو جائے اور حق تعالیٰ ان کو اس سے آگاہ نہ فرمائیں پس

چونکہ آپ نے کوئی تکریر نہیں فرمائی۔ اس لیے آپ کی تقریر ہی شرعی حجت ہے۔

۲۔ نیز آپ بسا اوقات کاتبین وحی کو خاص خاص ہدایات بھی فرمایا کرتے تھے۔ جیسا کہ پہلے گزرا دلا علی قاری، جعبری، دانی، شفاء، لقاوی عیاض ص ۱۱۶ مطبوعہ مطبع نو کشتور لکھنؤ و مسند الفردوس للعلیہ
نیز آپ نے ایک کاتب ارشاد فرمایا کہ تم اپنے قلم کو کان پر رکھا کرو کیونکہ یہ لکھنے والے کو مضمون یاد دلاتا ہے دترمندی عن زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

پس ابن خلدون کا یہ قول نہایت بعید ہے کہ۔
”چونکہ صنعتوں کی ترقی کا سبب آبادی کی کثرت اور حضرتت و شہرت ہے۔ اس لیے اسلام کے آغاز میں عربی خط کمال و پیشگی میں اور اصول و قواعد کے لحاظ سے عروج تک بلکہ درمیانی درجہ تک بھی نہ پہنچ سکا۔ کیونکہ عرب بدو اور وحشت پسند اور آبادی کے اعتبار سے کم تھے۔ ان کو صنعتوں سے کیا علاقہ اور کیا واسطہ تھا۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے جب قرآن کریم کو لکھا تو اپنے خاص رسم خط میں لکھا جو اکثر موقعوں میں کتابت کے مروجہ اصولوں کے بالکل مخالف تھا پھر تابعین اور ان کے بعد والے لوگ بھی محض تیرکا اور عقیدت مندی کی بناء پر انہیں کے نشانات قدم پر چلے۔ اور ان سے انحراف کو

گستاخی سمجھانہ یہ کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے اس (خلاف تلفظ) خاص
 رسم الخط کیلئے کوئی خاص وجہ اور معقول حکمت ہے مثلاً لَا اَذْبَحْنَهُ
 میں زیادتی الف سے اس طرف اشارہ کرنا کہ فزح کا عمل
 وقوع پذیر نہیں ہوا یہ محض دعویٰ ہی دعویٰ ہے جس کی اصلیت
 و نبیاد نہیں اور ان حضرات کے یہاں ان توجہیات و تاویلات
 کی وجہ صرف یہ ہے کہ اگر صحابہ کے خط میں غلطی مان لیں تو ان
 میں ایک قسم کا نقص و عیب اور قصور لازم آئے گا حالانکہ وہ اس
 پاک ہیں اور یہ اتنا نہیں سمجھتے کہ خط کتابت کوئی ایسا کمال نہیں کہ اس کی
 غلطی نقص شمار ہو اور صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی ذاتوں میں نقص پیدا
 کر دے۔ نیز ان کی اخلاقی کیفیت اور دینی حیثیت اور مذہبی
 اہمیت پر اثر ڈالے کیونکہ کتابت تو دراصل شہری و معاشی صنعت
 ہے۔ جس پر دین کا کوئی مدار نہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے۔ کہ
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امی تھے۔ لیکن یہ آپ کے حق میں
 نقص نہیں بلکہ کمال و شرافت ہے۔ کیونکہ آپ حق سے وابستہ
 اور دنیوی صنعتوں اور معاملات سے بے پرواہ تھے۔“ (۱۷)

تعجب ہے کہ ابن خلدون جیسا یگانہ روزگار عالم و مؤرخ کیونکہ
 اس بات کا قائل ہو گیا۔ حالانکہ یہ عقل و نقل دونوں ہی کی رُو سے بعید ہے
 اور اس قول کے بعید ہونے کی وجہ دس ہیں۔

۱۔ قرآن کی رسم توقیفی و سماعی ہے جس میں قیاس و رائے کا کچھ دخل نہیں

سیاکہ اوپر گزرا۔

۲۔ کثابت سے ناواقفیت کا دینی حیثیت پر اثر انداز نہ ہونا صرف اُسی حد تک ہے کہ وہ شخصی طور پر صرف ایک فرد کے ساتھ مخصوص ہو۔ لیکن جب دینی دنیا نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اس سے ناواقف قرار دیا جائے۔ مخصوص جب کہ وہ حضرات ہر علم میں ہر طرح ہم پر فائق و برتر تھے۔ نیز انہی کی ہدایت و سمجھ پر دین کا مدار ہے۔ نیز جب کہ اس لکھاٹی میں بہت سی عجیب و غریب اور نئی نئی چیزیں اور حکمتیں ہیں جن میں عقلاء کی عقلیں حیران اور بلیغ لوگوں کی رائیں ان کے سمجھنے سے عاجز ہیں۔ نیز الفاظ کی طرح اس کی رسم بھی معجزہ ہے۔ اس ناواقفیت کا ان کے لیے نقص و قصور ہونا بالکل ظاہر ہے۔

۳۔ جب ان حضرات نے دین متین جو کہ عقل سے بہت بلند اور نہایت دقیق و عمیق اور اہم ہے۔ اس کی حفاظت و اشاعت کا فریضہ سرانجام دیا اور اس کی سمجھ سے مالا مال ہوئے۔ تو ان حضرات کے لیے صنعتوں کا سکنا اور ان میں مہارت حاصل کرنا کیا بعید تھا۔ جب کہ ان صنعتوں کا مدار محض عقل اور ذہانت پر ہے۔ صحابہ کرام عقل و علم اور فکاہت و ذہانت میں ہم سے کسی طرح بھی کم نہ تھے۔ بلکہ وہ روشن دماغ اور نہایت ہوشیار و معزز تھے جن کے سامنے صنعت کی کوئی بھی حیثیت نہ تھی کیا عقل باوجود کمزوری کے جن حضرات نے علوم نبوت کے ناپید اکثر اسمند راہینے ہوں میں سمود بیے۔ اور قرآنی علوم و اسرار وقائق اور غوامض کا تحمل و بردباری کتابت جیسی معمولی اور نہایت آسان صنعت سیکھنے سے قاصر و

عاجز رہے ہوں گے پس صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اہم مقاصد کے پیش نظر اس رسم کو عمداً اختیار کیا تھا۔ ^{۱۹} الفہرستہ شان ۲۱ء و تاریخ ۴۴
 ۴۔ مستند اور معتد ذرائع سے ثابت ہے کہ لفظ تَابُوت کی دوسری تاء کے لکھنے میں صحابہ کرام کا اختلاف ہوا کہ آیا اس کو طائغوت کی تاء کی طرح دراز لکھیں یا تَوَدُّت کی تاء کی طرح گول لکھیں جس کی وجہ یہ ہوئی کہ زمانہ کے دراز ہونے کی وجہ سے صدیقی دور کے صحیفوں میں اس کی تاء مٹ گئی تھی۔ آخر اس کو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمان سے مبی تاء سے لکھا گیا۔ پس اگر یہ رسم محض اتفاقی اور غلط ہوتی تو یہ اختلاف کیوں ہوتا۔ نیز ہم دیکھتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک ہی کلمہ کو ایک جگہ اور طرح لکھا ہے۔ اور اسی کلمہ کو دوسری جگہ اس کے خلاف دوسرے طریق سے لکھا ہے۔ حالانکہ کلمہ ایک ہی ہے۔ اور اس میں اس کا عکس بھی ہو سکتا تھا۔ پھر ایسا کس لیے نہیں کیا۔ ظاہر ہے کہ یہ فرق اور جدائی اور ایک طریق کی رسم کی تزییع کسی سبب پر ہی مبنی ہے۔ اور وہ اس کے سوا کوئی نہیں کہ رسم محض توقیفی اور سماعتی ہے۔ جس کے دلائل و پر گزر چکے ہیں۔

۵۔ ابن خلدون ہی کا قول ہے کہ:-

”کتابت ایک نہایت شریف پیشہ اور معزز صنعت ہے۔ یہ وہ صفت انسانی ہے جو انسان کو حیوان سے ممتاز کرتی ہے۔ دل کی گہرائیوں میں چھپی ہوئی باتوں کو منظر عام پر لاتی ہے۔“

علوم و معارف سے انسان کو مالا مال کرتی ہے۔ اگلی قوموں کے بارہ میں معلومات ہم پہنچاتی ہے۔ وغیرہ وغیرہ“

اس قول سے ہر ذی علم اور دین دار آدمی بالخصوص صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم و عنہم اجمعین کے لیے کتابت و تحریر کا لابدی اور اعانت شرف و کمال ہونا واضح ہو جاتا ہے۔

۶۔ گو صنعت و کتابت سے تاواقفیت نقص و عیب نہیں پیدا کرتی۔

لیکن ایک غلط بات پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اتفاق کر لینا تو ضرور نقص و عیب ہے پھر اس سے خلاصی کا کیا راستہ ہے؟

۷۔ تاریخ ہی سے یہ بھی ثابت ہے کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم تشریف لائے اس وقت قبیلہ قریش میں سترہ حضرات صاحب قلم

موجود تھے جن میں حضرت عمر فاروقؓ، اعلیٰ عثمانؓ اور ابو عبیدہ بن جراحؓ

مذہب بن عمروؓ، ابی بن وہبؓ، عمرو بن سعیدؓ بھی شامل تھے تا تاریخ اسلام

دو: مؤلف مولانا محمد عاشق الہی صاحب میرٹھی حصہ دوم ص ۲۸

۸۔ تاریخ ہی سے ثابت ہے کہ ہاجرین نے حیرہ کے قیدیوں سے

طہ جیری سیکھا تھا جس کو انہوں نے اہل انبار سے حاصل کیا تھا۔

مناہل العرفان فی علوم القرآن ص ۳۷۵ مطبوعہ مصر

۹۔ حدیث میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کے پیدا

کرنے سے پچاس ہزار برس پہلے ہی مخلوقات کی قدریں اور فیصلے لکھ

لیے تھے۔ جب کہ ان کا عرش پانی پر تھا (مسلم)

نیز آپ نے فرمایا کہ سب سے پہلے حق تعالیٰ نے قلم کو پیدا فرمایا پھر اس سے کہا لکھ قلم نے کہا کیا لکھوں۔ فرمایا تقدیر لکھ پس قلم نے ازل سے اب تک تمام چیزوں کو لکھ ڈالا (ترمذی)

یہ سب کچھ لوح محفوظ میں لکھا گیا پس ان اشیاء میں قرآن بھی داخل ہے معلوم ہوا کہ قرآن کی موجودہ رسم لوح محفوظ کی رسم کے بالکل موافق ہے۔

۱۰۔ عربی کتابت کی ابتدا بھی اہل عرب سے ہوئی ہے پس ان کو کلیتہً "متوحش اور بدو کہنا درست نہیں۔ آغاز اسلام میں جو تحریری سرمایہ مسلمانوں کا مایہ ناز ہے وہ یہ ہے

۱۔ قرآن مجید کی متفرق آیتیں اور سورتیں۔

۲۔ صلح حدیبیہ کے معاہدے۔

۳۔ وہ خطوط جو بارگاہ رسالت سے سلاطین عالم کی طرف بھیجے گئے۔
فن کتابت و تحریر کی مختصر تاریخ :- ملک عرب میں شعر و شاعری اور علم انساب کا چرچا نہایت قدیم زمانہ سے چلا آتا تھا۔ لیکن یہ سب محض زبانی تھا۔ جس کا مدار صرف حافظہ پر تھا۔ اور تحریر کا رواج مطلق نہ تھا۔ بلکہ کوئی حروف کی صورت بھی نہ جانتا تھا۔ سب سے پہلے قبیلہ بنی ظلمہ کے تین افراد —

امرار بن مرہ، اسلم بن سدرہ، عامر بن جدرہ — نے کتابت نسخ کی بنیاد ڈالی انہوں نے قدرتی ذکاوت کی بنا پر یکجا جمع ہو کر حروف کی شکل اور وضع قرار دی اور حروف تہجی کو سریانی زبان کی ترتیب پر مرتب کیا۔ جب یہ لوگ اپنے کام سے فارغ ہو چکے اور حروف کے نقش اور ان

کی صورتوں کی باہمی ترکیب پر قابو ہو گیا تو باشندگان حیرہ نے اس فن کو
 ان سے سیکھا۔ حیرہ والوں کا ایک شاگرد (بشیر بن ولید بن دؤمۃ الجندل کا
 بیٹا) مختار زیارت کعبہ یا کسی اور غرض سے مکہ آیا وہاں ابوسفیان کی بہن
 امیاء بنت حرب سے نکاح کیا۔ پھر ابوسفیان بن حرب (والد امیر معاویہ رضی
 اللہ عنہ) سے ملا۔ انہوں نے بشیر سے فن کتابت سیکھنے کی درخواست کی چنانچہ ابوسفیان
 اور ابوقیس بن عبد مناف دو شخص مکہ میں بشیر کے شاگرد بنے پھر انہوں نے
 اہل طائف کو تحریر سکھائی بعض کہتے ہیں کہ حرب بن امیہ نے اسلم بن سدرہ
 کی شاگردی میں اس فن کو سیکھا۔ اس طرح فن کتابت عرب میں رائج ہوتا رہا۔
 قریش کے علاوہ دیگر قبائل جو عرب میں آباد تھے۔ رفتہ رفتہ وہ بھی اس فن کو
 سیکھنے لگے۔ اور اس طرح حجاز کے اکثر قبیلوں میں اس کا رواج ہو گیا۔ چنانچہ
 مدینہ منورہ میں اسلام سے پہلے تحریر کا رواج تھا۔ اور انصار اپنے ان قصائد و شعرا
 پر ذریعہ کتابت قلم بند کرنے لگے تھے۔ جواب تک حافظہ اور زبان پر تھے۔

خط عربی (حمیری) نے تباہی کے دور میں ترقی پائی۔ پھر ان کے ختم ہونے
 کے بعد آل منذر یعنی سلاطین حیرہ کے ہاں فن کتابت کا رواج پڑا۔ کیونکہ یہ تباہی
 کے قریب دار تھے پھر حیرہ کی شاگردی قریش اور اہل طائف نے کی (حمیری
 خط کو مسند ہی بھی کہتے ہیں۔ اس کی ایک قسم خط حزم کہلاتی ہے جس میں ایک
 ایک حرف کو جدا جدا لکھا جاتا تھا۔ شاہان حمیر کے بغیر کسی کو اجازت نہ تھی کہ
 وہ فن کتابت سیکھے۔)

جب عرب کی سلطنت حبشہ اور بصرہ و کوفہ کو دار الخلافہ ہونے کا شرف ملا

تو سلطنت کو فن کتابت کی ضرورت محسوس ہوئی اور سلطنت کی توجہ سے اس میں ایک گونہ آب و تاب آگئی اور بہت حد تک اس میں اصلاحات ہوئیں۔ کوئی خط تو آج تک مشہور چلا آتا ہے۔ عرب نے اپنی سلطنت کی حدود بڑھائیں اور افریقیہ و اندلس میں اپنا جھنڈا گاڑا، بنو العباس نے بغداد کی داغ بیل ڈالی۔ بغداد چونکہ دارالاسلام اور سلطنت عربیہ کا مرکز تھا۔ اس لیے کتابت نے بہار بہت ترقی کی۔ اسی لیے بغدادی رسم الخط مشہور و معروف تھا۔ اور افریقیہ میں بھی اسی کو اختیار کیا گیا۔ البتہ اندلس میں امویین نے اپنے خط کو اور اسی طرح دوسری صنعتوں کو سب سے جدا اور ممتاز کیا۔ پھر جب سلطنت اسلامیہ نے تنزل کیا۔ تو خط و کتابت بلکہ علم نے بھی اس سے منہ موڑا اور یہ سب مصر و قاہرہ میں جا کر چمکے۔ اندلس سے جب عرب کا اقتدار اٹھا اور ملک نصرانیوں کے چنگل میں پھنس گیا تو بہت سے عرب مغرب و افریقیہ میں ہنچ کر بس گئے۔ ان کے اثر و رسوخ سے ان کا خط افریقی خط پر غالب آ گیا۔ تمام افریقیہ میں وہی اندلسی خط رائج ہو گیا لیکن پھر ان کا حال بھی دیگر گوں اور دروہ زوال ہوا۔ اور ان کی طرز انشاء بھی خلل پذیر ہوئی۔ اب اندلسی خط کے صرف نشانات باقی ہیں اس کے بعد مغرب اقصیٰ میں دولت بنی مرین میں بھی اندلسی خط کی جھلک دکھائی دی کیونکہ ان کو بھی پڑوس نصیب تھا۔ واللہ اعلم۔ (مختصا من مقدمۃ ابن خلدون۔)

۱. جمع قرآن و تشکیل قراءات کی مختصر تاریخ

(الف) قرآن کی کتابت و تدوین کے تین دور ہیں۔

پہلا دور نبوی :- جب کوئی آیت یا کئی آیتیں یا کوئی سورت نازل ہوتی تھی تو آپ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ کو بلا کر اس کو لکھوا دیتے تھے اور وہ کسی آیت کو کاغذ کے ٹکڑے پر اور کسی کو ہڈی پر اور کسی آیت کو کھجور وغیرہ کی لکڑی اور کسی کو پتھروں کے ٹکڑوں پر اس طرح مختلف چیزوں پر لکھ لیتے تھے۔ اور اس ذریعہ ام قرآن مجید آپ کے زمانہ ہی میں محفوظ ہو گیا تھا۔ لیکن اصل دار و مدار حفظ پر تھا۔ یعنی اکثر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بغیر دیکھے ہی پڑھتے تھے اور اپنے سینوں میں قرآن کو محفوظ رکھتے تھے۔

پھر دوسری بار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں جمع کیا گیا جس کا سبب یہ ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد میلہ کذاب (جھوٹے نبی) نے لوگوں کو گمراہ کرنا شروع کیا۔ اس پر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس سے جہاد کیا اور کافی جانیں تلف ہونے کے بعد اس کا وقت آیا اور وہ مارا گیا اور اس جنگ میں پانچ سو کے قریب قرآن مجید کے حفاظ و قراء شہید ہو گئے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے قراء کے ختم ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ اس لیے آپ قرآن کو مختلف چیزوں سے نقل کر کے ایک جگہ جمع کرادیجیے۔ انہوں نے فرمایا میں وہ کام کس طرح کروں جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو خود کیا اور نہ اس کے لیے حکم فرمایا۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ”خدا کی قسم یہ تو بہتر ہی بہتر ہے۔ بدعت قطعاً نہیں ہے۔“ اس پر آپ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا

اور یہ خدمت ان کے سپرد کی موصوف نے بھی پہلے بہت اندیشہ ظاہر کیا پھر حضرت شیخینؒ کے اصرار پر کمر ہمت باندھی اور قرآن کو اس کے تمام حروف و قرات سمیت یکجا جمع کر دیا لیکن اس بار بھی تمام قرآن ایک جلد میں جمع نہیں ہوا بلکہ صحیفوں کی شکل میں محفوظ ہو گیا تھا۔ پھر یہ صحیفہ حضرت صدیق اکبرؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات تک ان کے پاس رہے پھر حضرت عمرؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حفاظت میں آئے اور ان کی وفات کے بعد حضرت حفصہؓ کے پاس رہے۔

پھر تیسری بار حضرت عثمانؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں پورا قرآن ایک جلد میں یٰۤاَیُّہَا الَّذِیْنَ جَمَعُوا کِتَابَ اللّٰہِ جمع کیا گیا اور اس کی صورت یہ ہوئی کہ قرآن کے پڑھنے والے آپس میں اختلاف کرنے لگے اور جو حملہ بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے تفسیر اور مطلب کے طور پر فرمائے تھے بعض نے ان کو بھی قرآن کہنا شروع کر دیا تھا اور ہر ایک یہ کہتا تھا کہ میری قرات عمدہ تر ہے۔ یہاں تک کہ آذربایجان اور آرمینیہ (۳۳۰ھ) کا جہاد پیش آیا جس میں حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شریک تھے جب موصوف نے قرآن کے الفاظ میں اختلاف والی گفتگو سنی تو گہرائے ہوئے حضرت عثمانؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ قرآن کی حفاظت کا انتظام کیجیے ورنہ لوگ تو راستہ و انجیل کی طرح اس میں بھی اختلاف پیدا کر دیں گے اور کچھ مضمون سے اپنے پاس سے بھی شامل کر دیں گے اس پر آپ نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس سے صدیقی عہد کے سب صحیفے منگوائے اور صواب کرام

رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ایک جماعت کو اس کام پر مقرر کیا کہ پورا قرآن اُس دور کے موافق ایک جلد میں نقل کر دیں۔ جو نبی علیہ السلام نے آخری بار حضرت جبریل علیہ السلام سے کیا تھا اور اس میں حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حاضر تھے اور حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان سب کا سرور بنا دیا اس پر ان حضرات نے پورے قرآن کے کئی نسخے تیار کیے جو ایک روایت پر پانچ اور دوسری پر اٹھ تھے۔ اور بڑے بڑے شہروں (کوفہ، بصرہ، شام، مکہ، بحرین، یمن) میں ایک ایک نسخہ روانہ فرمایا اور ایک نسخہ مدینے والوں کو عنایت فرمایا اور ایک جلد خاص اپنی تلاوت کے لیے رکھ لی اور اسی قرآن کو "آمام" کہتے ہیں اور حکم بھیج دیا کہ ان قرآنوں کے سوا جو کچھ بھی کسی کے پاس ہے اس کو قیام امن و نظام کی غرض سے جلا دیں یا دفن دیں اور سب انہی قرآنوں کے موافق پڑھیں اور ان قرآنوں کو سب نے نیتوں و حرکتوں سے خالی رکھا تھا۔ تاکہ ایک ہی قرآن سے وہ سب قرآن ہیں اور صرف وہ جو وہ کل سکیں جو ان حضرات کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہنچی تھیں۔ اس وقت سے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اجماع کے سبب یہ بات ضروری قرار دی گئی کہ اب جو بھی قرآن پڑھے یا لکھے وہ اس میں ان مصاحف ہی کی متابعت و موافقت کرے۔ پھر بعد میں قرون اخیرہ میں نقطے اور حرکتیں لگائی گئیں (جن کا مفصل بیان عنقریب آئے گا)

(ب) یاد رکھو کہ حضرت عثمانؓ نے لغت قریش کے علاوہ باقی تمام لغات کو منسوخ نہیں کروایا تھا۔ اس لیے کہ روایت حنفی کے دیکھنے سے

معلوم ہوتا ہے کہ اس میں لغت قریش کے سوا بعض اور لغات بھی موجود ہیں چنانچہ ان کے لیے مَجْرُہَا، مَدْرُہَا، میں را اور اس کے بعد فیلے الف کا امالہ ہے۔ حالاں کہ امالہ عام اہل نجد کا لغت ہے۔ اسی طرح فُعْل کے وزن میں عین کا ضمہ حجازی اور سکون تميمی لغت ہے۔ اور روایتیں خاص میں دونوں ہی لغت موجود ہیں۔ اسی طرح ہمزہ ساکنہ کی تحقیق تميمی لغت ہے وغیرہ وغیرہ پس معلوم ہوا کہ قریش کے علاوہ باقی سب ہی لغات ختم نہیں کر دیے تھے بلکہ تفسیری الفاظ مَدْرَجَہ کے ساتھ ساتھ ان لغات کو منسوخ کیا تھا جو غیر فہم تھے اور قریش کے یہاں معتبر نہیں تھے مثلاً تبدیل کے یہاں حَقِّ کے بجائے عَثٰی اور اسد کے یہاں تَعْلَمُوْنَ : اِعْهَدْ وغیرہ میں علامت مضارع کا کسرہ اور بنو تميم کے یہاں رُدَّتْ : رُدُّوا میں راکا کسرہ، اور غَيْرِ اسين کے بجائے غَيْرِ يَاسين ہے۔ وغیرہ۔

البتہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مصاحف میں رسم الخط (طرقی کتابت) قرشی ہی رکھا تھا جس کی چند وجوہ ہیں۔

۱۔ پہلے زمانہ میں وسعت و رخصت اور سہولت و آسانی کے لیے قرآن کو سات لغات میں پڑھنے کی اجازت تھی۔ اور ہر قبیلہ اپنے اپنے لغت میں تلاوت کرتا تھا۔ اس لیے مختلف قبائل کے عوام نے کم علمی کی وجہ سے ایک دوسرے کی لغت کی تردید و تنقیص شروع کر دی تھی۔

۲۔ بعض حضرات نے تفسیری جملے و الفاظ بھی شامل قراءت کر لیے تھے۔

۳۔ اسی طرح کچھ لوگوں نے ناواقفیت کی بنا پر منسوخ التلاوة آیات

بھی اپنی قراءت میں داخل کر لی تھیں
۴۔ دشمنانِ دین کی کوشش سے قرآن میں کئی من گھڑت الفاظ و مضامین بھی
شامل ہو گئے تھے۔

ان حالات میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ضروری سمجھا۔ کہ
قرآن مجید کے کئی نسخے صرف لغت قریش ہی کے رسم الخط کے موافق غیر عرب
وغیر منقط اعراب اور نقطوں کے بغیر لکھوا کر معلمین سمیت مختلف اطراف و
ممالک میں بھیجے جائیں تاکہ سب لوگ انہی کے موافق تلاوت کریں۔

اور لغت قریش کا رسم الخط اس بنا پر اختیار کیا کہ قرآن کا اکثر و بیشتر حصہ
اسی کے موافق اترا تھا۔ نیز قرآن سب سے پہلے اسی لغت کے موافق تازل ہوا
تھا۔ پھر آسانی و رخصت کی غرض سے اور لغات میں پڑھنے کی اجازت ہو گئی
تھی اور مصاحف کو نقطوں اور حرکتوں سے خالی اس لیے رکھا کہ ایک ہی قرآن
سے مختلف لغات و حروف سب سے اور منقول قرآن سب کی سب نکل سکیں۔

پس آپ نے آٹھ مصاحف لکھوائے اور ان میں بعض اختلافی الفاظ و
کلمات متزلزلہ کو متفرق طور پر لکھوایا۔ اور یہ مصاحف بارہ ہزار صحابہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہم کے اجماع سے لکھے گئے۔ پھر آپ نے ایک جلد خاص اپنی تلاوت
کے لیے رکھ لی۔ اور ایک نسخہ اہل مدینہ کو عطا کیا۔ اور ایک ایک مصحف کو فہ
بصرہ، شام، مکہ، بحرین، یمن کی طرف معلمین قرآن سمیت روانہ فرمایا۔

مدنی مصحف کے معلم حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور کوفی کے
ابو عبد الرحمن سلمیٰ اور بصری کے عامر بن قیس اور شامی کے مغیرہ بن ابی

شہاب رح اور مکی کے حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہم تھے اور حکم بھیج دیا کہ سب لوگ انہی قراءتوں کے موافق معین سے قراءت سیکھیں۔ پس ہر شہر والوں نے اپنے اپنے مصحف کے موافق پڑھا۔ اور ہر مصحف کی قراءت کو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ سے اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا۔

مصاحف عثمانیہ کی تاریخ

مصحف مدنی | مصاحف عثمانیہ کا جو نسخہ مدینہ میں رکھا گیا وہ ناجین جیات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس رہا۔ آپ کی شہادت کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس رہا پھر خلافت کے ساتھ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد ہوا۔ وہاں سے اندلس پہنچا۔ وہاں سے مراکش کے دارالسلطنت فاس میں پہنچا (تاریخ ادربیہ تذکرۃ المنصاف) پھر کسی طرح مدینہ پہنچا۔ جنگ عظیم اول میں فخری پاشا گورنر مدینہ اس کو دیگر تیر گاہ کے ساتھ قسطنطنیہ لے گیا۔ وہاں اب تک موجود ہے۔

مصحف مکی | مکی نسخہ ۵۶ھ تک مکہ معظمہ میں رہا محمد بن حویراندسی نے ۱۵۷ھ میں مکہ میں اس کی زیارت کی تھی مولانا شبلی نعمانی نے لکھا ہے کہ جس زمانہ میں انہوں نے سیاحت کی یہ نسخہ جامع دمشق میں موجود تھا۔ آپ کی زیارت غالباً انیسویں صدی کے آخر میں تھی کشف المہدی ۱۷۷ میں ہے کہ سلطان عبدالحمید خان ۱۸۷۶ھ میں تخت نشین ہوئے اور تقریباً تیس

بوس نک انہوں نے حکومت کی۔ ان کے زمانے میں مسجد جامع دمشق کو آگ لگ گئی۔ اس میں یہ مصحف بھی جل گیا۔

مصحف شامی | احمد مرقی مؤرخ نے ۵۷۳ھ میں اس کی زیارت کی تھی۔ یہ نسخہ کوفہ سے سلاطین اندلس پھر سلاطین موحیدین پھر

سلاطین بنی مرین کے قبضہ میں آیا اور جامع قرطبہ میں رہا اہل قرطبہ نے سلطان عبدالمومن کو دیا عبدالمومن کے حکم سے ابن بشکوال نے دارالسلطنت مراکش کو منتقل کیا یہ منتقلی ۱۱۳۷ھ کو ہوئی۔ ۶۲۵ھ میں خلیفہ مغنصہ علی بن ماموں کے پاس رہا۔ اسی سال خلیفہ ند کو رہنے تلستان پر فوج کشی کی اور مارا گیا۔ اسی فوج کشی میں وہ گم ہو گیا لیکن پھر تلسمان کے شاسی خزانہ میں پہنچا۔ وہاں سے ایک تاجہ خرید کر فارس لایا۔ وہاں اب تک موجود ہے۔

مصحف بصری | یہ نسخہ کتب خانہ خدیوہ مصر میں ہے۔ وہاں موجود رہا۔ بعد اس کو سلطان صلاح الدین ایوبی کے ذریعہ ۵۷۳ھ میں بیتینہ اثر اشرفی میں خرید لیا۔

مصحف یمنی | کتب خانہ جامع ازہر مصر میں موجود ہے۔

مصحف بحرین | فرانس کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

مصحف کوفی | کتب خانہ قسطنطنیہ میں موجود ہے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تین مصاحف اور یہیں جن میں سے مصحف

عثمانی دوم جامع سیدنا حسینؑ قاسمہ میں ہے اور مصحف عثمانی سوم جامعہ ملیہ
دہلی میں موجود تھا۔ اگر متکا نہ تقسیم ہندوستان میں تلف نہ ہوا ہوتا تو موجود ہو گا۔
مصحف عثمانی چہارم انڈیا آفس لندن کے کتب خانہ میں ہے اس پر لکھا ہوا
ہے ”کتبہ عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ“ یہ نسخہ شاہان مغلیہ کے پاس
تھا۔ اکبر کی مہر اس پر ہے ۱۸۲۵ء میں یہ نسخہ میجر راولس کو ملا۔ اس ایسٹ
انڈیا کمپنی کے کتب خانہ کو دیا۔ اب انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔
اس کے ۸۱ صفحات ہیں۔ فی صفحہ ۱۶ سطر ہیں۔ (علوم القرآن)

قرآن کے اعراب، نقطے، خموس و اعشار، اجزآ و منازل، رکوعا
وغیرہ

(۱) قرآن کی تعریب: اعراب لگانا | اسلام سے پہلے اہل عرب میں
حرکات اور نقطے مشہور نہ تھے

بلکہ وہ اپنے قدرتی و فطرتی ملکہ اور طبعی محاورہ کے زور سے اعراب وغیرہ
صحیح طور پر یاد کر لیا کرتے تھے۔ پھر جب اسلام خوب پھیل گیا اور عرب کا عجم
سے اختلاط ہوا تو عرب و عجم دونوں کی تلاوت میں خطا اور غلطی واقع ہونے لگی۔
اس لیے علماء نے حرکتوں اور نقطوں کی علامات مقرر کر دیں تاکہ غلطی سے بچاؤ
ہو جائے۔ چنانچہ اعراب کی تفصیل یہ ہے کہ عبد الملک بن مروان کے زمانہ
میں زیاد بن سمیرہ (جو بصروہ کے والی تھے۔ انہوں نے یہ حالت دیکھ کر ابوالاسود
دہلی (۶۹ھ) شاگرد حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے یہ مطالبہ کیا کہ آپ
تلاوت و زبان کی اصلاح کے لیے چند علامات (اعراب) سے متعلق وضع کر

دیں۔ آپ نے اس درخواست کو قبول نہ کیا۔ زیادہ نے یہ تندیہ کی کہ اپنے ملازمین میں سے ایک شخص سے کہا کہ تم ابوالاسود کے دروازہ پر بیٹھ جاؤ اور جان بوجھ کر قرآن غلط سلط پڑھنا شروع کر دو۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ اور یوں پڑھا اَنَّ اللّٰهَ بَرِئٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ذَرُّوْهُ اِلَآمٌ اُوْرْهَآ کے زیر سے) کہ خدا تعالیٰ اہل شرک اور اپنے رسول و دونوں ہی سے بیزار ہیں (معاذ اللہ) ابوالاسود نے جو یہ سنا تو نہایت بے تابی سے کہا خدا تعالیٰ اپنے رسول کی بیزاری سے بھری اور پاک ہے۔ پھر آپ فوراً زیادہ کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا میں نے تمہاری درخواست قبول کر لی میرا خیال ہے کہ عربیت میں ایک کتاب بناؤں جس کے ذریعہ عوام و خواص سب کے سب اس خرابی کی درستی کریں جو ان کے کلام میں رونما ہو گئی ہے اور سب سے پہلے قرآن کے اعراب لگاؤں۔ اس لیے آپ میرے پاس کاتب بھیج دیں زیادہ نے ابوالاسود کے پاس تین کاتب بھیجے جن میں سے آپ نے ایک کو منتخب کر لیا۔ اور اس سے کہا کہ اپنے ساتھ مصحف اور سیاہی کے علاوہ کوئی اور رنگ بھی رکھ لو پس جہاں میں زیر پڑھوں وہاں اس دوسرے رنگ سے ایک نقطہ حرف کے اوپر اور جہاں زیر پڑھوں وہاں ایک نقطہ حرف کے نیچے لگا دینا۔ اور جہاں پیش پڑھوں۔ وہاں ایک نقطہ حرف کی اگلی جانب میں یا اس کے درمیان میں لگا دینا۔ مثلاً اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اور غنیمتوں کے موقع پر دو دو نقطے لگا دینا جن میں سے ایک حرکت کا ہو گا اور دوسرا تنوین کا۔ پھر اگر یہ تنوین والا کلمہ کسی ایسے کلمہ کے ساتھ مل کر آئے جس کے شروع میں سے

حلقی حروف ا، لا، ع، ح، غ، خ میں سے کوئی ہو تو دونوں نقطوں کو ملا دینا مثلاً عذَابٌ: اَلَيْمٌ وَ لِكُلِّ قَوْمٍ: هَادٍ سَبِيْعٌ: عَصِيْمٌ لَعَلَّيْ: حَكِيْمٌ لَعَفُوْ: غَفُوْرٌ عَلِيْمٌ: خَبِيْرٌ تاکہ بعد اور اظہار کا پتہ چل جائے۔ اور اگر تنوین والے کلمہ کے متصل را، لا، ق، م، ی، ن میں سے کوئی آ رہا ہو تو دو نقطے یکے بعد دیگرے ملا کر لکھ دینا اور ان حرفوں پر تشدید بھی لگا دینا۔ اور وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں تنوین ان حرفوں میں مدغم ہوتی ہے۔ اس لیے تم اس صورت میں نقطوں کو قریب قریب کہ دینا اور تنوین کے بعد والے حرف کو مشدّد لکھ دینا پھر آپ نے نہایت سکون و اطمینان سے پڑھنا شروع کیا اور کاتب اسی ہدایت کے موافق نقطے لگاتا رہا۔ جب ایک جملہ پورا ہو جاتا۔ تو ابوالاسود اس پر نظر ثانی کرتے یہاں تک کہ اسی طرح پورے قرآن کے اعراب لگا دیئے اور سکون کو بلا علامت چھوڑ دیا۔ لوگوں نے اس طریق اعراب کو اخذ کیا اور اس کو شکل و تشکیل کے نام سے موسوم کر دیا۔ پھر ان نقطوں کے مختلف طریقے رائج ہو گئے بعض نے مربع (■) اور بعض نے مدور (●) شکل کو اختیار کر لیا۔

اس کے بعد لوگوں نے حرکات کے متعلق چند علامتیں اور زیادہ کیں۔ حتیٰ کہ خلیل بن احمد فراہیدی نحوی (رحمۃ اللہ علیہ) نے ضبط حرکات کا یہ طریقہ جاری کیا جو اس وقت مروج ہے کہ زبر حرف کے اوپر ایک لمبی سی شکل کا نام ہے اور زیر کے لیے ایک ایسی ہی شکل حرف کے نیچے ہوتی ہے اور پیش کے لیے حرف کے اوپر چھوٹا سا واؤ ہوتا ہے۔ اور تنوین کی صورت

میں بھی ٹکلیں دو دو بار ہوتی ہیں اور جزم جم کے سرے کی طرح ہے۔ اور
ہمزہ کی نشانی عین تبری (ع) کا سر ہے (یعنی ۶) اور اقلاب کی نشانی
کے لیے با سے پہلے نون ساکن اور نون پر چھوٹا سا میم بناتے ہیں
(من بحد) اور تشدید والے حرف پر ملے ملے تین دندائے ہوتے ہیں
جس کی اصل شد تشدید والا ہوا ہے۔ پھر دال کو گرا کر شین کے
دندائے باقی رکھ لیے۔

نیز خلیل نے روم و اشام کی علامت بھی ایجاد کی۔

(۲) قرآن کی تنقیط: (نقطے) عثمانی مصاحف سے صحیح طور پر پڑھتے

رہے۔ پھر عراق میں نقطوں کی غلطی بکثرت واقع ہونے لگی۔ حجاج بن یوسف
یوسف ثقفی (متوفی شوال ۱۹۵ھ) نے عبدالملک بن مروان کے زمانہ
میں کاتبین مصاحف سے یہ مطالبہ کیا کہ جو حروف لکھائی میں ایک دوسرے
سے ملتے جلتے ہیں (مثلاً ذ: س: ش وغیرہ) ان کے لیے بھی علامتیں
مقرر کر دیں۔ حجاج نے نصربن عاصم بنثی اور یحییٰ بن نعیم عدوانی کو بلا لیا۔ (یہ
دونوں حضرات ابوالاسود کے شاگرد ہیں) اور ان سے اس کام کو سنبھال
دینے کے لیے کہا۔ چونکہ بعض حضرات عثمانی مصاحف پر زیادتی کو ناپسند
کرتے تھے۔ اور بعض حضرات پہلی اصلاح (جو ابوالاسود نے کی تھی اس)
کے قبول کرنے میں بھی توقف و خاموشی اختیار کرتے تھے۔ اس لیے ان
دونوں حضرات نے سوچ بچار اور فکر و تامل کی اجازت چاہی۔ اور پھر یہ

طے کیا کہ اصلاح ثانی (علامات فقط) میں بھی کوئی حرج نہیں کیوں کہ انکے ذریعہ تلاوت میں سہولت اور تفہیم معنی میں آسانی ہوگی۔ اور قرآنی حمد و ثناء کی اصل اور ان کے مادہ میں نہ تو کوئی زیادتی ہوگی اور نہ ہی کوئی تبدیلی۔ پس ان حضرات نے حمد و ثناء کی کتابت کی تمیز کے لیے ہر حرف کے نقطوں کی تعداد مقرر کی۔ مثلاً: ش کے لیے اس کے تین دندانوں کی مناسبت سے تین نقطے مقرر کیے وغیرہ وغیرہ۔ اور پورے قرآن کو نقطوں سے منقط کر دیا۔ یہ سلسلہ تمام لوگوں میں آج تک اسی طرح چلا آتا ہے جس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں۔ البتہ "ق" اور "قاف" کے بارہ اہل مشرق و مغرب کا اختلاف ہے پس اہل مشرق "ق" کے لیے ایک نقطہ اور "قاف" کے لیے دو نقطے اور پر لگاتے ہیں اور اہل مغرب "ق" کے نیچے اور "قاف" کے اوپر صرف ایک ایک نقطہ لگاتے ہیں۔ لیکن اس اصطلاح میں کوئی ضرر نہیں۔ جب کہ التباس و اختلاط سے امن و احترام و بجا ڈال حاصل ہے ابن سبیر کے پاس ایک قرآن تھا جس میں یحییٰ بن یعرب نے نقطے لگائے تھے۔

(۳) خمیس و تعشیر : (آیتوں کے پانچ پانچ اور دس دس ہونے کی نشانی)

فتاویٰ تابعی سے منقول ہے کہ آیتوں کے پانچ اور دس ہونے کی علامتیں صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ بھی لگاتے تھے۔ دانی فرماتے ہیں کہ لوگ تمام شہروں میں تابعین رحمہم اللہ کے عہد سے ہمارے اس زمانہ تک نقطے اور حرکات لگانے کی اجازت دیتے چلے آئے ہیں۔

جو قرآن اصل الاصول تھے: ان میں بھی، اور ان کے علاوہ دوسرے
فرائض میں بھی، اور سورتوں کے شروع کی اور ان کی آیتوں کے شمار کی،
اور اسی طرح خموس و اعشار کے موقعوں کی علامت لگانے میں کوئی حرج
مخصوص نہیں کرتے تھے (۱)۔ یہ کام بھی سب سے پہلے نصر بن عاصم لمثنی نے کیا
جو بصرہ کے جلیل القدر تابعی ہیں۔

(۴) اجزاء قرآن: (۳۰ پارے) قرآن کے ختم کی مدت میں سلف صالحین
کی عادت کم و بیش مختلف تھی لیکن صحیح یہ ہے

کہ عموماً تین روز سے کم میں ختم کرنا مکروہ اور خلاف اولیٰ ہے جبکہ الفاظ و حروف
صحیح طور پر ادا نہ ہوں چنانچہ حدیث میں ہے کہ جس نے تین دن سے کم میں
قرآن ختم کیا۔ وہ قرآن کے مطالب سے بے خبر رہا: (البرادری) یہ حکم ظاہری
معانی کے اعتبار سے ہے ورنہ وقایق و اسرار کے لیے تو عمرس کی عمرس بھی
ناکافی ہیں) ایک جماعت نے ظاہر حدیث کے موافق تین دن میں ختم کرنا ہمیشہ
اپنا معمول بنا رکھا تھا اور ایک جماعت پورے ماہ میں بھی ختم کرتی تھی۔ جیسا کہ
عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا قرآن حکیم کو ہر مہینہ
میں ختم کر دیں نے عرض کیا میرے میں زیادہ قوت ہے فرمایا کہ سات دن میں ختم
کر دو اور اس پر زیادتی نہ کرو (متفق علیہ)

شاید اسی سے اخذ کر کے حجاج کے زمانہ میں بیس پاروں کی اصطلاح
مقرر ہوئی۔ جو سورہ فاتحہ کے علاوہ باقی قرآنی کلمات کے شمار کے موافق سے
مساوی یا قریب بہ مساوی ہیں بیس ان بیس پاروں کے شمار میں عام مہینوں

کے دنوں کے شمار کی موافقت ہے۔ پھر ہر پارہ کے چار حصے کیے گئے۔
اسی لیے مرویہ نسخوں میں رُبع (چوتھائی) نصف (آدھے) ثلث (تین ربع)
کے حصے شمارِ حروف کے اعتبار سے درج ہیں۔

(۵) منازلِ فنی لبشوق : (سات منزلیں) | حذیقہ ثقفی کی ایک طویل
حدیث میں ہے کہ میں نے

صحابہؓ سے پوچھا۔ آپ حضرات قرآن کی منزل کے حصے کس طرح کرتے ہو؟
انہوں نے کہا کہ ہم قرآن کے سات حصے کرتے ہیں۔

اَوَّل - تین سورتیں (بقرہ سے نسا تک)۔

دَوَم - پانچ سورتیں (مائیدہ سے براءۃ تک)۔

سَوَم - سات سورتیں (یونس سے نخل تک)۔

چہارم - نو سورتیں (بنی اسرائیل سے فرقان تک)۔

پنجم - گیارہ سورتیں (شعراء سے یس تک)۔

ششم - تیرہ سورتیں (والصافات سے حجرات تک)۔

ہفتم - مفصل سورتیں (بقی سے آخر قرآن تک)۔

(ابوداؤد و ابن ماجہ)

نبی نبی علیہ السلام نے ایک ہفتہ میں ختم قرآن کی یہ ترتیب ابن عمروؓ عاصمؓ
کے لیے مقرر فرمائی تھی۔ پھر اکثر صحابہ اسی ترتیب سے نمازِ تہجد میں پڑھتے تھے۔
شاید ”منازلِ فنی لبشوق“ (میرا منہ مبتلائے شوقِ قرآن ہے) انہی احادیث سے
اخذ کر کے حجاج کے زمانہ میں مستقل اصطلاح بنا دی گئی ہو جو شبِ جمعہ کو شروع

ہو کر شب جمعرات کو ختم ہوتی ہیں۔ فی البشوق کی "فا" فاتحہ کی ہیم مائدہ کی، یا یونس بابی اسرائیل کی شین شعر آء کی، واؤ والصدقۃ کی اور قاف سورہ ق کی رمز ہے۔ بعض حضرات نے دوسری منزل مائدہ کے بجائے نسا وبتائی ہے۔ پس اب مجموعہ فتیٰ بشوق ہوگا۔ ان منازل میں کلمات و حروف کے بجائے سورتوں کے اخیر اور ان کی تمامیت کا لحاظ رکھا گیا ہے۔

(۱) منازل احزاب (سات منازل احزاب) | یہ ساتوں قسایط |

فاتحہ کی، ہمزہ: انعام کا، یا: یونس کی، طا: طہ کی، عین: عنکبوت کی، ز: زمر کی، واؤ: واقعہ کی رمز ہے۔ یہ سات منازل جمعہ سے شروع ہو کر جمعرات تک ختم ہوتی ہیں۔ حضرت عثمانؓ، حضرت زیدؓ، حضرت ابی، حضرت ابن مسعودؓ کا معمول یہی تھا اور یہ اعراب، بجز تہ تنقیط قرآن وغیرہ کی تمام خدمات خلفاء بنو امیہ کے عہد میں سرانجام ہوئی ہیں۔

(۱) مائدہ | ان منازل کے عمل میں جمعیت دارین کے متعلق عجیب غریب تاثیر ہے (شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ) اور قبولیت دعا و قضاء حاجات میں بھی مؤثر ہیں۔ (ابن عباسؓ)

(۲) مائدہ | اہل مصر و مغرب قرآن کو ساٹھ حصوں پر تقسیم کرتے ہیں۔ جن میں سے ہر ایک کو حزب کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ تقریباً نصف پارہ ہوتا ہے۔ پھر ہر حزب کے چار حصے بنا لیتے ہیں جن میں سے ہر ایک کو ربع حزب یا مقرر کہتے ہیں۔

ابن جزیری وغیر ائمہ کے زمانہ میں قرآن کے اجزاء دو طرح بنائے جاتے تھے۔

۱۔ ایک سو بیس^{۱۲} جن میں سے ایک ایک جزء کا افراد روایات میں خیال کیا جاتا تھا۔ اور اس طرح ہر روایت چار ماہ کی مدت میں ختم کرتے تھے۔

۲۔ دو سو چالیس اجزاء جن میں سے ایک ایک جزء کا جمع المجموع میں خیال کیا جاتا تھا۔ اور اس طرح آٹھ ماہ میں پورے قرآن کی جمع المجموع مکمل کر لیتے تھے۔ (تشریح باب افراد القراءات وجمعها)

(۷) علامات رکوع | یہ علامات بھی نموس و اعشار کی طرح شائع علیہ السلام سے ثابت نہیں۔ بلکہ ان کو مشائخ

فقہاء اور علماء ماوراء النہر نے مقرر کیا ہے (ان کے تقرر کا زمانہ تقریباً ستھ کا شروع ہے) جب ہمارے مشائخ حنفیہ بالخصوص (مشائخ بخارا نے یہ دیکھا کہ لوگوں نے تراویح کی مقدار قرأت کے اندازہ کے لیے تقاضیر آیتوں کے دس دس ہونے کی نشانیاں لگائی ہوئی ہیں اور وہ ہر دس آیتوں پر ایک رکعت کرتے ہیں۔ اور اس طرح پورے مہینے میں سنت کے موافق ایک ختم کرتے ہیں (کیونکہ بیس تراویح یومیہ کے حساب سے پورے ماہ کی کل رکعتیں چھتسو بنتی ہیں۔ اور آیتوں کا شمار چھ ہزار سے کچھ زائد ہے پس اس طرح ہر رکعت میں دس دس آیتیں پڑھنے سے پورے مہینے میں ایک ختم ہوتا ہے) تو انہوں نے یہ خیال کیا کہ ان علامتوں میں کوئی

خاص جن کا مل فائدہ اور زیادہ نفع نہیں دیکھیں کہ ان میں مضامین معانی کا لحاظ قطعاً نہیں حتیٰ کہ بعض اوقات یہ نشانی ایسے موقع پر ہوتی ہے جہاں رکعت کا ختم کرنا مناسب نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کے ساتھ ایک دو آیتوں کا ملنا ضروری ہوتا ہے تاکہ مضمون پورا ہو جائے۔ نیز ان علامتوں کی رعایت سے ختم قرآن آخری رات میں ہوتا ہے۔ حالانکہ شب قدر کی فضیلت حاصل کرنے کے لیے سنا بیسویں شب میں ختم کرنا زیادہ عمدہ ہے۔ دیکھیں کہ شنبہ کی زیادہ احادیث اسی رات کے متعلق آئی ہیں لیکن اس کا التزام بدعت ہے اس لیے ان حضرات نے رکوع کی علامتیں وضع کیں اور قرآن کے پانچ سو چالیس رکوع مقرر کیے جن میں دو باتوں کی رعایت و پابندی رکھی۔

اول۔ یہ کہ کوئی رکوع قراءت کی فرض مقدار سے کم نہ ہو۔ چنانچہ کوئی رکوع بھی ایسا نہیں جو تین چھوٹی آیتوں یا ایک لمبی آیت سے کم ہو۔ اور قرآن کی آخری چھوٹی سورتیں سب کی نسبت قلیل رکوع ہیں۔

دوم۔ یہ کہ ہر رکوع ایک پورے مضمون پر مشتمل ہو۔ جس میں کلمات کے شمار و مقدار کا لحاظ بھی ملحوظ ہو۔ ہاں اگر کسی مضمون کو بہ ۱۵ سے کافی لمبا دیکھا تو اس کے دو یا اس سے زیادہ رکوع بنا دیے۔ اسی طرح اگر کسی مضمون کو بہ ۱۵ سے کافی چھوٹا دیکھا تو اس کو پورے رکوع کے بجائے اس کا ایک جزو بنا دیا۔ یہ بات تمام رکوعوں میں ملحوظ ہے۔

البتہ سورہ واقعہ کے پہلے رکوع میں قدرے خدشہ ہے کہ وہ آئینہ ختم ہوتا ہے۔ حالانکہ مضمون اس کے بعد کی دو آیتوں کے ملانے سے پورا

ہوتا ہے۔ اس کا حل یوں ہو سکتا ہے کہ چونکہ یہ رکوعات ائمہ فن سے منقول نہیں بلکہ اجتہادی و فقہی ہیں نیز ان کے مقامات اور شمار میں بھی اختلاف ہے۔ چنانچہ متاخرین کے نزدیک کل رکوع پانچ سو اٹھاون ہیں (۵۵۸) اس لیے اس کا اتباع واجب نہیں۔ بلکہ صحیح یہی ہے کہ ہر رکوع من اَخَوین پر پورا ہوتا ہے۔ اسی پر رکعت کا ختم کرنا مناسب ہے۔

نیز یہ بھی احتمال ہے کہ شروع میں تو بعض کم علم لوگوں نے اس کو منفر کر دیا ہو۔ لیکن پھر بعد والوں نے اسی کو معمول و لازم بنالیا ہو۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ جس جگہ قصہ یا مضمون پورا ہوتا ہے یا جہاں امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفانؓ نے جمعہ کی نماز میں رکوع کیا ہے وہاں یہ شکل (ع) لکھ دیتے ہیں جو رگم کا مخفف ہے لیکن یہ بعید ہے۔ علامت رکوع (ع) پرتین ہند سے لکھتے ہیں جن میں سے اوپر والا سورت کے رکوع کی اور نیچے والا پارہ کے رکوع کی اور درمیان والا آیتوں کی تعداد ظاہر کرتا ہے۔

مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔

مبسوط شمس الائمہ سرخسی رحم (المتوفی ۴۹۰ھ یا ۵۵۵ھ) ج ۲ ص ۱۲۶، قاضی خان دہلوی (۵۹۲ھ) ج ۱ ص ۲۱۸، ۲۱۹، برہامش

عالمگیریہ۔ عالمگیری ج ۱، تبیسیر البیان ۱

اب اصل مقصد شروع ہوتا ہے۔

پتے جانو کہ اس فن کے دو حصے ہیں

۱۔ فروش

۲۔ اصول

اولاً فروش اور ان کے بعد اصول بیان کیے جائیں گے

وَيَا لِّلّٰهِ التَّوْفِیْقُ وَبِیْدِهِ اَرْزَقُ التَّحْقِیْقُ

اصطلاحات

(۱) امام نافعؒ: مدنی رسم کو اہل مدینہ کے مصحف سے روایت کرتے ہیں پس جہاں ان کا نام آئے گا۔ وہاں مدنی مصحف کی رسم مراد ہوگی۔ اور جہاں مدنی مصحف کا ذکر آئے گا۔ وہاں امام نافعؒ کی روایت مراد ہوگی۔

(۲) امام ابو عبیدہؒ: اسم بن سلامؒ؛ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلاوت کے لیے مخصوص تھا۔ اور جیسا کہ پہلے گذرا۔ اس مصحف کو امامؒ کہتے ہیں پس امام ابو عبیدہؒ سے امام کی رسم اور امام سے ابو عبیدہؒ کی روایت مراد ہوگی۔

۳۔ اگر یہ آئے کہ امام نافعؒ نے اس طرح روایت کیا ہے یا یہ کہ امامؒ اس طرح ہے تو اس سے یہ مراد نہ ہوگا کہ دوسرے اماموں سے دوسری طرح ہے بلکہ اکثر جگہ مراد یہی ہوگا کہ دوسرے اماموں سے بھی اسی طرح ہے۔ اور جس جگہ معین مصحف کا نام آئے مثلاً یہ کہ مکہ میں اس طرح ہے۔ یا بصری

میں اس طرح ہے۔ تو دوسرے مصاحف میں اس کے خلاف دوسری
 طرح ہوگا۔ اور جن موقعوں میں مصاحف مختلف ہیں۔ ان میں سے اکثر
 میں وہی روایت بیان ہوگی۔ جو ثابت نہ اور قوی تر ہے۔ اور جس
 جگہ یہ ہو کہ عراقی مصاحف میں اس طرح ہے وہاں دوسرے مصاحف
 کے متعلق کوئی فیصلہ نہ ہو سکے گا۔ نہ یہ کہ ان میں عراقیہ کے مطابق ہے
 اور نہ یہ کہ ان کے خلاف ہے۔ پس بعض جگہ تو ان میں عراقی مصاحف
 کے خلاف ہوگا۔ جو دوسری کتب سے معلوم ہوگا۔ کیوں کہ دانی رحمہ
 نے مفتاح میں رسم کے اماموں کی روایت بیان کی ہے اور وہ رسم بھی
 بتائی ہے جو انہوں نے عراقی مصاحف میں دیکھی ہے۔ پس بعض جگہ تو
 عراقیہ کی رسم اس روایت کے مطابق ہوتی ہے۔ جو دانی نے دوسرے
 اماموں سے نقل کی ہے۔ اور بعض جگہ اس کے خلاف بھی ہوتی ہے۔
 ۱۲ جس کلمہ کے بعد مختلف ہو۔ اس میں دونوں وجوہ سمجھیں۔
 ۱۳ مدنی سے نافع؛ ابو جعفر رحمہ اور حاکم سے مکی، مازنی، اور
 بصری سے مازنی و حضرمی، اور حاکم سے نافع، مکی، ابو جعفر، اور
 عثم سے مدنی و شامی، اور کوئی سے چاروں کوئی اور شفا سے حمزہ،
 کسائی، امام خلف رحمہ اور روئی سے کسائی، امام خلف رحمہ اور
 نضر سے مکی، مازنی، اور شامی، اور ثوئی سے ابو جعفر، اور حضرمی، اور
 رضی سے حمزہ، کسائی، ابنان سے مکی، شامی، اور صحب سے حفص،
 شفا، اور صحبہ سے شعبہ، شفاء، اور فتی سے حمزہ و امام خلف رحمہ مراد

ہوتے ہیں۔

فرش الحروف

اثبات و حذف وغیرہ کا بیان جو سورتوں کی ترتیب سے ہے۔
فائدہ ۱۔ ان کلمات میں سے جن میں کسی حرف کی رسم بتانی ہو
گی۔ اس کو صاف الفاظ میں بیان کریں گے مثلاً صراط: الصراط
صاد سے ہے وغیرہ اور جہاں الف کا رسم حذف بنائیں گے۔ وہاں
صرف کلمہ کو اسی طرح (حذف الف کے ساتھ) لکھ دینے ہی پر اکتفا کریں
گے جیسے مَلِکَ وغیرہ اور ان میں بعض ایسے مخصوص کلمات کا ذکر بھی
آئے گا جن میں حذف کلیہ کے طور پر ہوگا۔ لیکن ان کا خاص طور پر مذکور
ہونا صرف امام نافع کی روایت کی بنا پر ہوگا۔ کہ ان کی روایت میں ان
کا ذکر آیا ہے نہ یہ کہ واقع میں بھی حذف کے اعتبار سے ان کی خصوصیت
ہے۔

۲۔ جن کلمات میں حذف بیان کیا جائے اگر ان میں ایک قراءۃ
حذف سے بھی ہو تو یہ حذف شمول قراءۃ کے لیے ہوگا۔ اور اس
کو احتمالی رسم کہتے ہیں۔ ورنہ اختصار کی بنا پر ہوگا۔ اور اس کو اصطلاحی
رسم کہتے ہیں۔ اور اس کا فیصلہ طلباء کو خود دیکرنا چاہیے کہ کہاں حذف
شمول کی اور کہاں اختصار کی بنا پر ہے یا کون سی رسم احتمالی ہے۔
اور کون سی اصطلاحی۔

عۃ جس کلمہ کے ساتھ کسی امام کا نام نہ ہو۔ اس کو نافعؒ کی روایت سمجھیں۔

عۃ اگر ان کلمات میں سے الف وغیرہ کا حذف و اثبات حفصؒ کے علاوہ دوسرے حضرات کی قراۃ کی رو سے ہوگا تو ان میں شبہ کے موجد پر ان قرا کے نام بھی بتا دیئے جائیں گے اور جہاں شبہ نہ ہوگا یا حفصؒ کے تلفظ کے خلاف رسم ہوگی وہاں قرار کے ناموں کا ذکر نہ آئے گا۔
وَبَعْدُ بِبِسْمِ اللّٰهِ نَشْرَعُ۔

عۃ اسم کا ہمزه وصلی صرف بسم اللہ میں کتابت سے محذوف ہوتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ کا بیان

اور یہ قاعدہ سورتوں کے شروع کی بسم اللہ کو بھی شامل ہے۔ اور اس بسم اللہ کو بھی جو سورۃ ہو (پہلے) اور نمل (پہلے) میں ہے۔ اور اسی لیے بِاسْمِ رَبِّكَ : بِسْمِ الْاِسْمِ : سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ میں ہمزه ثابت ہے۔ عۃ اللہ عۃ الرَّحْمٰن ان دونوں کا الف اختصار کے سبب کسی جگہ بھی نہیں لکھا جاتا۔

امام قائلونؒ امام نافعؒ سے روایت کرتے ہیں کہ مندرجہ ذیل کلمات مدنی مصحف میں اس طرح ہیں۔

عۃ مَلِكٍ میں الف کا حذف یقینی طور پر اور

الفَاتِحَہ | بالا جماع تو صرف اسی فاتحہ والے میں ہے اور یوں دانیؒ نے مَلِكِ الْمَلِكِ (آل عمرانؑ) میں بھی اور ایک

بھی ہے۔

البقرة

ع۱ یُحْدِثُونَ (تینوں جگہ) یہاں ع اور نسا ع میں
 ع۲ وَعَدْنَا ع اور وَعَدْنَا هُو سلی اعرف ع اور
 وَعَدْنَا نَكُ ط ع۳ فَآخَذْنَا نَكُمُ الصَّعِقَةَ ع۴ ع خطیبکم ع
 ع۵ مِصْرًا ع میں تمام قرآنوں میں را کے بعد الف ہے (جو دو زبروں
 کی علامت ہے) اور یہ امام ابو عبید کی روایت ہے (اور باقی چاروں
 جگہ مِصْرَ ہے الف کے حذف اور را کے ایک زبر سے) ع۶ تَشَابَهَ
 عَلَيْنَا ع (اور اس کے علاوہ سب جگہ الف سے ہے - جیسے
 تَشَابَهَتْ قُلُوبُهُمْ وغیرہ) ع۷ فَادْرَأَتْهُ ع میں دَال اور
 رَا کے بعد والے دونوں الف محذوف ہیں ع۸ خَطِئْتُهُ ع (الف
 والی قرآۃ مدنی کی ہے) ع۹ تَخْطَرُونَ ع تَقْدُوهُمْ ع
 اُسْرٰی ع (تینوں جگہ) ع۱۰ وَمِیْکِلَ ع۱۱ عَهْدُ وَا ع
 و ع اور بِمَا عَهْدَ (فتحنا ع) ع۱۲ قَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ
 ع میں شامی قرآنوں میں ان کی قرآۃ کی طرح قاف سے پہلے وا نہیں
 آئے۔ ع۱۳ اِبْرَاهِمَ ع۱۴ ع۱۵ ع۱۶ ع۱۷ میں پندرہ جگہ یا کے بغیر (کھڑی
 زیر شامی اور عراقی کی رسم ہے - لفظ اِبْرَاهِم قرآن مجید میں ۶۹
 جگہ آیا ہے جن میں سے ۳۳ - اختلافی اور باقی ۳۶ - اتفاقی ہیں - اور

ان کی رسم کی تفصیل یہ ہے کہ بقرہ کے ۱۵ میں اجماعاً حذف ہے۔ چنانچہ ابو عبید نے تمام مصاحف میں اور دانی نے عراقی و شامی میں اور محمد ری نے امام میں اس حذف کی تصریح کی ہے اور باقی ۵۴ میں سے اختلافی ۱۸ میں شام کے اکثر اور مدینہ کے بعض مصاحف میں اسی طرح یا اور الف دونوں کے حذف سے اِبرہیم ہے اور باقی مصاحف میں یا کے ثبات سے اِبرہیم ہے۔ رہے اجماعی ۳۶ سوان میں بالاتفاق یا ثابت ہے (اِبرہیم) پس بعض حضرات کا یہ قول شاذ و غیر صحیح ہے کہ یہ لفظ ۶۹ کے ۶۹ موقوفوں میں یا سے ہے۔ پھر بقرہ کے ۱۵ میں بالاجماع اور باقی ۵۴ میں سے اختلافی ۱۸ میں بالاختلاف حرف محذوف۔ یا والوں کی قراۃ پر یہ ہے۔ کیونکہ اکثر موقوفوں میں یا ہی سے لکھا ہوا ہے اور الف والوں کی قراۃ پر یہ حرف محذوف الف ہے اس لیے کہ اکثر و بیشتر رسم سے الف ہی محذوف ہوتا ہے۔ اسلعل واسحق کی طرح اور یہ لفظ ہشام کی روایت کے موافق الف سے (اِبرہام) کسی قرآن میں بھی مرسوم نہیں۔

المخصّص من النشر و نشر المرجان والمقنع والعقیدہ والابراز وغیرہ (۱۲)
ع۱ ووصیٰ ہؑ کی بجائے وَاَوْصٰی امام! شامی اور مدنی کی رسم ہے اور عم کی قراۃ بھی یہی ہے ع۱ وَتَصْرِیْفِ الرَّیْمِ ہؑ ع۱ وَاَلِیْتِی
ع۱ وَاَلِیْتِی ہؑ اور یہ الف کا حذف الْمَسْکِیْنِ اور مَسْکِیْنِ میں کلیے کے طور پر ہے صرف مائدہ ع۱ میں بعض میں الف سے اور بعض میں حذف الف سے ہے اور یہ حذف مَسْکِیْنِ ہؑ میں شمول کی اور

باقی سب مقامات میں اختصار و اصطلاح کی بنا پر ہے اور بقرہ ع میں
 ع کی قراءۃ الف سے ہے (ع۲ وَلَا تُقَاتِلُوهُمْ ع۲ یُقَاتِلُوكُمْ
 ع۲ فَإِنْ قَتَلُوكُمْ ع۲ وَ قَاتَلُوكُمْ پس یُقَاتِلُونَكُمْ ع میں الف
 ثابت ہے - ع۲ فِیْضِعِفْهُ : یُضَعِفُ اور مُضَعَفَةٌ :

یُضَعِفُهَا جس جگہ بھی آئیں۔ اور بقرہ و حدید والے میں دونوں وجوہ
 ہیں۔ اور رائیہ میں شُب ہی میں خُلف بتایا ہے سو ممکن ہے کہ وہ کسی ایسی
 روایت کی بنا پر ہو۔ جو ناظم کو پہنچی ہو۔ لیکن منقطع سے اس کی تائید نہیں
 ہوتی ع۲ یَبْصُطُ ع میں صَاد سے اور باقی سب جگہ سین سے ہے
 اور الْمُصِیْطِرُونَ اور بِمُصِیْطِرٍ دونوں صَاد سے ہیں۔ ع۲ دِ فِعْ
 ع اور جج ع (اس میں مدنی اور یعقوب کی قراءت الف سے
 ہے) ع۲ فَرِهْنُ ع۲ وَ کِتَبَہ ع میں خُلف ہے یعنی بعض میں
 الف سے اور بعض میں بلا الف ہے اور تحریم والا اجماعاً بلا الف ہے
 اویہاں وَ کِتَبَہ شفا کی اور تحریم میں بصری و حفص کے غیر کی قراءۃ ہے
 ع۲ وَ یُقَاتِلُونَ الذِّیْنَ میں نصیر کی روایت
 پر حذف و اثبات دونوں (اس میں حمزہ کی

ال عمران

قراءۃ الف سے ہے) ع۲ تُقَاتِلُ ع (اس میں الف بشکل یا ہے) او
 حَقَّ تُقَاتِلَہ ع کی رسم تین طرح آئی ہے۔ عراقی قرآنوں میں سے
 بعض میں تُقَاتِلَہ ع اور بعض میں تُقَاتِلَہ ع اور غیر عراقی میں
 تُقَاتِلَہ ہے۔ الف بشکل یا سے ع۲ طَرًّا یہاں ع اور مائدہ

ع^۱ (یہ مدنی اور یعقوبؒ کی قراۃ ہے) اور کھیتۃ الطائر دُنوں جگہ جو ابو جعفرؒ کی قراۃ ہے، ع^۲ و سَارِعُوا ع^۳ کی وعراقی میں واؤ سے ہے اور باقی مصاحف میں ان حضرات کی قراۃ کی طرح داؤ کے بغیر ہے۔

تنبیہ :- ہمارے یہاں کے عام مصاحف میں لَا نُفَضُّوْا ع^۴ میں نون سے پہلے ایک الف زائد لکھا ہے جس کی شکل یہ (لَا اُنْفَضُّوْا) ہے یہ بالکل بے اصل اور غلط ہے ۱۰ وَالزُّبُرِ ع^۵ شامی میں اسی طرح ان کی قراۃ کی طرح با کے ساتھ ہے۔ اور وَاَلِکِتَابِ میں شام کے بعض مصاحف میں با ہے اور بعض میں نہیں ہے اس میں ابن ذکوانؒ کے لیے صرف حذف اور ہشامؒ کے لیے طیبہ سے دُنوں وجوہ ہیں اور باقی مصاحف میں بالاتفاق وَالزُّبُرِ وَاَلِکِتَابِ ہے با کے بغیر ع^۶ وَقْتَلُوا ع^۷۔

ع^۸ خاص امام میں طلب یا سے اور باقی تمام قرآنوں میں الف سے ہے (اتحاف) ۱۲۔ ع^۹ ثَلَاثَ اور ثَلَاثَةَ اور ع^{۱۰} رُبْعَ (جہاں بھی آئیں) ع^{۱۱} قِيَمًا ع^{۱۲} اور مَادَهُ ع^{۱۳} (ان دُنوں کے علاوہ سب جگہ الف کے ساتھ ہے جیسے قِيَامًا وَقَعُودًا آل عمران ع^{۱۴} ونساء ع^{۱۵} اور وَفِيَامًا فرقان ع^{۱۶} وغیرہ) ع^{۱۷} ضِعْفًا ع^{۱۸} ع^{۱۹} كِتَابِ اللّٰهِ ع^{۲۰} ع^{۲۱} عَقَدَاتِ ع^{۲۲} (کوئی کے غیر کی قراۃ الف سے ہے) ع^{۲۳} وَالْجَارِذِي الْقُرْبَىٰ ع^{۲۴} میں قرآن نے بیان کیا ہے کہ کوئی قرآنوں میں ذَا الْقُرْبَىٰ ہے الف سے لیکن

النِّسَاء

ع^{۲۵} خاص امام میں طلب یا سے اور باقی تمام قرآنوں میں الف سے ہے (اتحاف) ۱۲۔ ع^{۲۶} ثَلَاثَ

اور ثَلَاثَةَ اور ع^{۲۷} رُبْعَ (جہاں بھی آئیں) ع^{۲۸} قِيَمًا ع^{۲۹} اور مَادَهُ ع^{۳۰} (ان دُنوں کے علاوہ سب جگہ الف کے ساتھ ہے جیسے قِيَامًا وَقَعُودًا آل عمران ع^{۳۱} ونساء ع^{۳۲} اور وَفِيَامًا فرقان ع^{۳۳} وغیرہ) ع^{۳۴} ضِعْفًا ع^{۳۵} ع^{۳۶} كِتَابِ اللّٰهِ ع^{۳۷} ع^{۳۸} عَقَدَاتِ ع^{۳۹} (کوئی کے غیر کی قراۃ الف سے ہے) ع^{۴۰} وَالْجَارِذِي الْقُرْبَىٰ ع^{۴۱} میں قرآن نے بیان کیا ہے کہ کوئی قرآنوں میں ذَا الْقُرْبَىٰ ہے الف سے لیکن

یہ شاذ ہے۔ ع لَمْ سْتُمْ ع و مائده ع، عَا مَا فَعَلُوهُ الْاَقْلِيلًا
ع شامی کی رسم ہے اور دوسرے تمام مصاحف میں الْاَقْلِيلُ ہے
عَا فَلَقْتَلُوْكُمْ ع عَا مُرْعَا ع (عَا) اِنْشَاً صَرَف ع میں۔
اور صَفَّت ع میں تَشْوِزِ ع والے دونوں اور زخرف ع کے
اِنْشَاً میں الف ثابت ہے)

مَاعِدَةٌ | عَا قِسِيَّةٌ عَا سُبُلَ السَّلَامِ ع۔ ع
اَكْمُوْنَ ع عَا يَقُوْلُ الَّذِيْنَ ع امام مدنی اور شامی و مکی
کی رسم ہے (اور عَمَّ مکی کی قراءۃ بھی یہی ہے اور کوفی و بصری میں
وَيَقُوْلُ ہے) عَا مَن يَّرْتَدُّ مدنی شامی اور امام کی رسم ہے
(اور عَمَّ کی قراءۃ بھی اسی طرح ہے اور باقی مصاحف میں مَن يَّرْتَدُّ
ہے) عَا فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتِهِ عَا عَا بَلَّغَ الْكُتُبَةِ ع عَا
مُسْلِكِيْنَ اَوْ عَدَلُ ع میں نافع سے صرف حذف اور نصیر سے دونوں
وجوہ ہیں۔

رَبَا عَشْرَةَ مُسْلِكِيْنَ ع اسو اس میں اجماعاً حذف ہے۔ اس بنا
پر کہ عشرۃ کی تیز جمع ہی آتی ہے۔ اس لیے یہاں شبہ کا اندیشہ نہیں
تھا اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ صحابہ بڑے درجہ کے فقیہ اور نہایت
بیدار مغز تھے۔ عَا عَلَيْهِمُ الْاَوَّلِيْنَ ع عَا سَجِرُ ع و یونس
و ہود ع میں نصیر کی روایت پر حذف و اثبات دونوں ہیں (ان میں
شفا کی قراءۃ الف سے ہے) اور بِكُلِّ سَجِرٍ (اعراف ع) و یونس

ع میں بھی خُلف ہے۔ یعنی بعض میں سین کے بعد اور بعض میں حا کے بعد الف مرسوم ہے۔

اور ہمارے عام مصاحف میں الف محذوف ہے اور ان دونوں موقوفوں میں سَحَّارِ شَفَا کی قراۃ ہے۔

فائدہ :- دانی کی اور نصیر کی ایک روایت پر سَحَّرُ ہر جگہ الف کے بغیر ہے۔ لیکن اَلَا قَالُوا سَاحِرٌ ذَرِیْتُ عَ میں الف سے ہے۔

الانعام | اَلَا وَاٰمُرُ عَ شَامِی کی رسم ہے اور باقی مصاحف میں وَلَلَّذَا رُ ہے عَ وَلَا طَیْرُ عَ عَا بِالْغَدَاۃِ یہاں ع اور کف پہ ع میں باتفاق مصاحف واؤ کے ساتھ ہے۔ عَا اَنْجَلْنَا کوئی کی رسم ہے۔ اور باقی مصاحف میں باقین کی قراۃ کی طرح اَنْجِیْتَنَا ہے۔ عَا وَذَرِیْتَهُمْ عَ عَا فَلِیْ الْحَبِّ وَجَعِلُ الْیَلِ ع میں نصیر کی روایت پر دونوں میں خُلف ہے یعنی بعض میں الف سے اور بعض میں حذف الف سے ہے۔ وَجَعِلُ کوئی کے غیر کی قراۃ ہے عَا کَلِمَتُ ع (جو کوئی) اور یعقوب کے ماسوا کی قراۃ ہے) اور یونس ع، عَا دُ مَوْنِ عَا (جو عَم کی قراۃ ہے) عَا اَلْبَرْحُ مِیْہَا عَا عَا رِسَلْتِهٖ عَا اَدَا رِ السَّلَاحِ عَا اَلشُّرَکَآئِہُمْ عَا یا سے شامی کی رسم ہے (اور ان کی قراۃ ہمزہ کے زیر سے ہے اور باقی مصاحف میں شُرَکَاؤُہُمْ ہے واؤ سے عَا فَرَقُوْا یہاں

عَ وَرُومِ عَ میں الف کے حذف سے ہے اور اس میں رِضٰی کی قِراءۃ الف سے ہے۔

الاعراف

عَ قَلِيلًا مَّا يَتَذَكَّرُونَ عَ شامی کی رسم ہے اور باقی مصاحف میں تا سے پہلے یا نہیں ہے عَ وَرِيشًا میں بعض قرآنوں میں یا کے بعد الف بھی ہے یعنی وَرِيشًا جو حسن کی شاذ قِراءۃ ہے عَ وَمَا كُنَّا عَ کی بجائے مَا كُنَّا شامی کی رسم ہے عَ بَصْطَةً عَ باتفاق مصاحف صا د سے ہے۔ (اور بقرہ ۲۴ کے بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجَسَدِ میں تمام مصاحف میں سین ہے۔

اور گوا بن شنبوذ کے تمام طرق سے اس میں صا د بھی ہے۔ لیکن اس کو رسم کے خلاف اس لیے نہیں کہہ سکتے ہیں کہ رسم صریح کی جو مخالفت ادغام، ابدال، اثبات، حذف، وصل، فصل کے ذریعہ سے ہوتی ہے، اہل رسم اس کو مخالفت شمار نہیں کرتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ قِراءۃ سنداً صحیح ہو اور یہاں بھی صا د ابدال کی بنا پر ہے اور ابن شنبوذ کے تمام طرق سے صحیح ہے۔

عَ فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ وَقَالَ الْمَلَأَ عَ قاف سے پہلے واو شامی کی رسم ہے عَ بِكُلِّ سَاحِلٍ یہاں عَ و یونس عَ میں (جیسا کہ ابھی گذرا) نصیر کی روایت پر الف ثابت ہے، جو بعض قرآنوں میں سین کے بعد اور بعض میں حا کے بعد ہے یعنی سَاحِلٍ

سَحَّارِ ہے (اور سَحَّارِ شعراءؑ میں یہ الف سبھی قرآنوں میں حاکے بعد ہے ع۱ اِنَّمَا طَلَّوْهُمْ ع۲ اَع۳ بِلِغْوَةٍ ع۴ وَاَبْطَلُ ع۵ وِہود ع۶ اَنَّا اَنْجَيْنٰکُمْ ع۷ کی بجائے شامی کی رسم اَنْجٰکُمْ ہے۔ ع۸ اَلْخَبِثٰتِ ع۹ وَاَنْبِیَآءِ ع۱۰ وَاَوَّلٰتِہٖ ع۱۱ جِس جگہ بھی آئے ع۱۲ خَطِیْئَتِکُمْ ع۱۳ اور خَطِیْئَتِہُمْ نوح ع۱۴ اَع۱۵ طِیْفُ ع۱۶ (نہ کہ طَائِفُ قلم والا بھی)

الانفال والتوبة

ع۱ اَمْنٰتِکُمْ ع۲ اور لَا مَنَّتِہُمْ مومنوں ع۳ (اور معارج ع۴) ع۵ مَسْجِدَ اللّٰہِ - (پہلا) ع۶ اور پہلے کی خصوصیت نافع کی روایت کی بنا پر ہے ورنہ مَسْجِدَ میں ہر جگہ الف محذوف ہے) ع۷ وَلَا اَوْصَعُوْا ع۸ میں اکثر قرآنوں میں لام کے بعد ایک زائد الف ہے اور بعض میں نہیں ہے۔ اور لَا اَذْجَمَتْہُ نمل ع۹ میں بالاتفاق الف زائد ہے اور لَا اِلٰی اللّٰہِ آل عمران ع۱۰ اور لَا اِلٰی الْجَحِیْمِ صَفَتْ ع۱۱ ان دونوں میں لام کے بعد بعض قرآنوں میں الف ہے اور بعض میں نہیں ہے اور ہمارے قرآنوں میں لَا اَنْتُمْ اَشْدُّ حشر ع۱۲ میں بھی الف زائد ہے جو بے سند ہے اور صحیح رسم لَا اَنْتُمْ ہے و نیز جیسا کہ آل عمران میں بھی بیان ہوا ہے۔ ہمارے یہاں کے قرآنوں میں لَا اَنْفَضُّوْا میں ایک زائد الف لکھا ہے جو بالکل غلط ہے اس کی صحیح رسم لَا نَفَضُّوْا ہے ع۱۳ خَلْفَ ع۱۴ نہ کہ

اس کے علاوہ مِنْ خِلَافٍ مَذْرُوعٍ وَاَعْرَافٍ عِوَالِطٍ وَشِعْرَامٍ عِ میں بھی، عِ تَحْتَهَا اَلْاَنْهَارُ عِ کی بجائے مِنْ تَحْتِهَا اَلْاَنْهَارُ کی کی رسم ہے عِ اَلَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا پَتْلٰی وَاَوْكے بغیر مدنی اور شامی کی رسم ہے۔

عِ اَمَلٰی کی قرآۃ کی رُو سے وَلَا اَدْرٰکُکُمْ بِہَا عِ میں اور پہلے لَا اُقْسِمُ قِیَمًا میں الف زائد ہے عِ یُسَیِّرُکُمْ کی بجائے یَنْشُرُکُمْ شامی کی رسم ہے اور ابو حفصؒ حراڑ نے لِنَنْظُرَ عِ اور اِنَّا لَنَنْصُرُ غافر عِ میں نون ساکن کا حذف بتایا ہے جو اس لیے تسلیم کرنے کے لائق نہیں کہ اس کے خلاف نصیر کی روایت ہے عِ کَلِمَتٌ عِ و عِ جو عِ کی قرآۃ ہے۔

عِ اَمْثَلُودَا عِ و فِرْقَانٍ و عَنکَبُوت عِ و عِ نَحْمُ عِ چاروں میں الف مرسوم ہے۔ عِ سَلٰمًا عِ قَالَ سَلٰمٌ (اور سَلٰمٌ جس جگہ بھی آئے) عِ مَا نَشَآؤُا صَرَفَ یہاں عِ میں نہ کہ مَنْ نَّشَآءُ وغیرہ میں بھی۔

عِ اَلِیْتُ عِ میں امام میں دوسرا الف ثابت یوسف عِ ہے اور باقی مصاحف میں دونوں الف محذوف ہیں اور یہی اکثر ہے۔ عِ غَیْبَتِ عِ میں دونوں الف محذوف ہیں (اور با کے بعد

والا الف مدنی کی قراءۃ ہے، ع لَا تَأْمَنَّا ع میں تمام قرآنوں میں ایک ہی نون ہے۔ ع لَدَا الْبَاب ع میں الف سے اور لَدَا الْحَنَاجِرِ غافر ع میں یا سے ہے۔ یہ نصیر کی روایت ہے (اور گو بعض مصاحف میں لَدَا الْحَنَاجِرِ بھی الف ہی سے مرسوم ہے۔ لیکن یہ قلیل ہے) امام دانی اُن دونوں میں فرق کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ لَدَا یوسف میں عِنْدَ کے اور غافر میں رَفِیْ کے معنی میں ہے، اور یا سے لکھنے کی وجہ یہ ہے کہ ضمیر کی طرف مضاف ہونے کے وقت اس میں یا ظاہر ہو جاتی ہے جیسے لَدَیْ : لَدَیْهِمْ ع حَاشِ ع ع میں شین کے بعد والا الف جو ابو عمرو کی قراءۃ میں ہے رسماً محذوف ہے ع وَلَا تَأْيِسُوا اور لَا یَأْسُ ع اور اَفْلَحْ یَأْسُ ع میں تا اور یا کے بعد الف لکھا ہوا ہے تاکہ یَتَسُوا اور تَتَسُوا اور یَعْسُ اور یَعْسُ میں فرق ہو جائے کیونکہ اول قرآنوں میں نقطے نہ تھے۔ یا اس طرف اشارہ ہو جائے کہ یہ الفاظ اصل میں آیس کے مادہ سے ہیں پھر ان میں قلب ہو گیا یہ نصیر کی روایت ہے: اور اسْتَبَسُّوا : اسْتَبَسُّوا میں تا کے بعد والا الف اکثر قرآنوں میں محذوف اور بعض میں ثابت ہے۔ ع فَذَنْجِ ع (جو شامی، حاکم، یعقوب کے غیر کی قراءۃ ہے) اور نَنْجِ الْمُؤْمِنِينَ (جو شامی شعبہ کے غیر کی قراءۃ ہے ان دونوں) میں دوسرا نون محذوف ہے اور یہ نصیر کی روایت ہے۔

الرعد و ابراہیم ۴ | اَلَا سَيَعْلَمُ الْكَافِرُ ۞ میں نہ

اور یہ امام کی رسم اور کنز و یعقوب کے غیر کی قراہت ہے اَلَا بِآيَاتِ
اللّٰهِ ۞ میں تشدید والی یا کے بعد اکثر قرآنوں میں الف ہے (بِآيَاتِ
اللّٰهِ) پس ان میں تو ایک یا لکھی ہوئی ہے جو دو الفوں کے درمیان ہے
اور بعض قرآنوں میں تشدید والی یا کے بعد بھی الف کے بجائے دوسری
یا لکھی ہوئی ہے۔ پس ان میں الف اور میم کے درمیان دو یا ہیں۔ اور
جمع کا الف مرسوم نہیں ہے کیونکہ اس کو جمع کے الف کے حذف کرنے
کے بعد فک ادغام کے طریق پر تشدید کے اتصال کا اعتبار نہ کرتے ہوئے
دو یاؤں سے لکھ دیا ہے۔

(البتہ بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ دوسری یا جمع کے الف کے بجائے
جس کو ایک اصطلاح کی رو سے یا کی صورت میں لکھ دیا ہے)۔ اس
کے علاوہ باقی سب جگہ آيَا ۞ الف سے ہے اَلَا كَرَمَادٍ
اَشْتَدَّتْ بِهٖ الرِّيحُ ۞ جو مدنی کی قراۃ ہے، اس میں اجماعاً
الف مرسوم نہیں ہے۔ اور اَرْسَلْنَا الرِّيحَ ۞ حجر ۞ میں
بعض قرآنوں میں الف ہے اور بعض میں نہیں ہے: اور اَرْسَلْنَا الرِّيحَ
فَرَقَانِ ۞ میں نصیر کے یہاں اثبات اور نافع کی روایت پر حذف ہے۔
جیسا کہ آگے آئے گا انشاء اللہ۔

فائدہ :- الرِّيحَ میں نصیر کی روایت پر تمام قرآنوں میں الف

ہے اور نافع کی روایت پر کسی میں بھی الف نہیں ہے اور ہمارے عام مصاحف کے اعتبار سے صرف اَنْ یُرْسِلَ الرِّیَّاحَ روم ۱۰ میں الف ہے اور باقی سب جگہ الف کے بجائے کھڑی زبر ہے۔ ع ۳ خِلَّ یَع ہر جگہ (ع ۳) ہمارے عام مصاحف کی رو سے اَفْئِدَة میں صرف اسی جگہ ہمزہ بشکل یا ہے نہ کہ باقی مقامات میں بھی۔

اَلْخَلْقُ یَع و لیس

یَع ۵ اَجْرًا عَلٰی بِلَغِیْہِ

الحجر: النخل : الاسراء

ع ۱ ظِلُّہُ یَع ہر جگہ ع ۳ خَلَّ سب جگہ (نخل) ع ۱ ظِیْرَہُ یَع ع ۱ اَوْ کُلُّہُمَا یَع یہ بعض میں الف سے (کِلَاہُمَا) ہے اور بعض میں الف کے بغیر (کُلُّہُمَا) اور اس میں یَا (کُلُّہُمَا) کسی قرآن میں بھی نہیں ہے۔ ع ۳ سُبْحٰنَ جس جگہ بھی آئے حذف الف سے ہے لیکن سُبْحَانَ رَبِّیْ یَع بعض قرآنوں میں الف سے اور بعض میں حذف الف سے ہے۔ ع ۴ اور اسی سُبْحَانَ رَبِّیْ سے پہلے قُلْ کی بجائے قَالَ الف سے مکی اور شامی کی رسم ہے (اور ان کی قراۃ بھی یہی ہے) (اسرا)

ع ۱ تَزَوَّرُ یَع ع ۱ ثَلَاثَ یَع جہاں بھی

آئے ع ۱ مِنْہُمَا غیر عراقی کی رسم ہے

الکھف

اور ان کی قراۃ بھی یہی ہے ع ۱ لٰکِنَّا یَع میں تمام مصاحف میں نون کے بعد الف مرسوم ہے ع ۵ تَذٰوۃُ الرِّیِّمِ یَع بعض میں

الف سے اور بعض میں الف کے بغیر ہے ۱۰ زَكِيَّةٌ ۱۱ (جو کنز درجہ کے بغیر کی قراءت ہے) ۱۲ فَلَا تُصْحِبْنِي ۱۳ لَتَنَخَذَنَّ ۱۴ میں لام کے بعد اَتَّخَذْتُ ۱۵ کا الف محذوف ہے (جو مکی اور بصری کی قراءت کی مناسبت سے ہے) ۱۶ خَرَجًا ۱۷ وَمُؤْمِنُونَ ۱۸ میں بعض میں الف ہے اور بعض میں نہیں ہے اور یہ را کے بعد والا الف شفا کی قراءت ہے۔ اور فَخَرًا ۱۹ رَبِّكَ ۲۰ مؤْمِنُونَ ۲۱ میں سبھی قرآنوں میں الف ہے البتہ سخاوی فرماتے ہیں کہ میں نے شامی قرآنوں میں اس کو بھی حذف الف سے دیکھا ہے (اور شامی کی قراءت بھی حذف الف سے فَخَرَجُ ۲۲ ہے) ۲۳ قَالَ ۲۴ اَتُوْنِي ۲۵ اور رَدْمَانِ ۲۶ اَتُوْنِي ۲۷ میں تمام قرآنوں میں وہ یا نہیں ہے۔ جو اَبْتُوْنِي ۲۸ میں ہوتی ہے (رَدْمَانِ ۲۹ اَتُوْنِي ۳۰ شعبہ کی اور قَالَ ۳۱ اَتُوْنِي ۳۲ شعبہ و حمزہ کی قراءت ہے) ۳۳ مَكْنَتِي ۳۴ مَلِكِي ۳۵ رسم ہے ۳۶ كَلِمَتُ رَبِّي ۳۷ ۱۲

مریم علیہا السلام سے آخر قرآن تک | ۱۰ خَلَقْنَاكَ ۱۱

کی قراءت کی رو سے) ۱۲ تَسْقِطُ ۱۳ (مریم) ۱۴ اَخْتَرْنَاكَ ۱۵ (حمزہ کی قراءت کی رو سے) ۱۶ الْاَرْضَ ۱۷ مِهْدًا ۱۸ یہاں وزخرف ۱۹ میں (جو کئی کے بغیر کی قراءت ہے) اور نَبَاءُ ۲۰ میں بھی حذف الف سے ہے جو اختصار کی بناء پر ہے ۲۱ لَا تَخَفْ ۲۲ دَرَكًا ۲۳ ۲۴ مُخَلَّفٍ ۲۵ وَوَعَدُكُمْ ۲۶ ۲۷ فَلَا يَخَفُ ۲۸ (۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰ ۱۰۱ ۱۰۲ ۱۰۳ ۱۰۴ ۱۰۵ ۱۰۶ ۱۰۷ ۱۰۸ ۱۰۹ ۱۱۰ ۱۱۱ ۱۱۲ ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۷ ۱۱۸ ۱۱۹ ۱۲۰ ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳ ۱۲۴ ۱۲۵ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۲۹ ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۲ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۷ ۱۵۸ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸ ۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۱ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۴ ۱۹۵ ۱۹۶ ۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰ ۲۰۱ ۲۰۲ ۲۰۳ ۲۰۴ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۱۰ ۲۱۱ ۲۱۲ ۲۱۳ ۲۱۴ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰ ۲۲۱ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ ۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸ ۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵۱ ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰ ۱۰۰۱ ۱۰۰۲ ۱۰۰۳ ۱۰۰۴ ۱۰۰۵ ۱۰۰۶ ۱۰۰۷ ۱۰۰۸ ۱۰۰۹ ۱۰۱۰ ۱۰۱۱ ۱۰۱۲ ۱۰۱۳ ۱۰۱۴ ۱۰۱۵ ۱۰۱۶ ۱۰۱۷ ۱۰۱۸ ۱۰۱۹ ۱۰۲۰ ۱۰۲۱ ۱۰۲۲ ۱۰۲۳ ۱۰۲۴ ۱۰۲۵ ۱۰۲۶ ۱۰۲۷ ۱۰۲۸ ۱۰۲۹ ۱۰۳۰ ۱۰۳۱ ۱۰۳۲ ۱۰۳۳ ۱۰۳۴ ۱۰۳۵ ۱۰۳۶ ۱۰۳۷ ۱۰۳۸ ۱۰۳۹ ۱۰۴۰ ۱۰۴۱ ۱۰۴۲ ۱۰۴۳ ۱۰۴۴ ۱۰۴۵ ۱۰۴۶ ۱۰۴۷ ۱۰۴۸ ۱۰۴۹ ۱۰۵۰ ۱۰۵۱ ۱۰۵۲ ۱۰۵۳ ۱۰۵۴ ۱۰۵۵ ۱۰۵۶ ۱۰۵۷ ۱۰۵۸ ۱۰۵۹ ۱۰۶۰ ۱۰۶۱ ۱۰۶۲ ۱۰۶۳ ۱۰۶۴ ۱۰۶۵ ۱۰۶۶ ۱۰۶۷ ۱۰۶۸ ۱۰۶۹ ۱۰۷۰ ۱۰۷۱ ۱۰۷۲ ۱۰۷۳ ۱۰۷۴ ۱۰۷۵ ۱۰۷۶ ۱۰۷۷ ۱۰۷۸ ۱۰۷۹ ۱۰۸۰ ۱۰۸۱ ۱۰۸۲ ۱۰۸۳ ۱۰۸۴ ۱۰۸۵ ۱۰۸۶ ۱۰۸۷ ۱۰۸۸ ۱۰۸۹ ۱۰۹۰ ۱۰۹۱ ۱۰۹۲ ۱۰۹۳ ۱۰۹۴ ۱۰۹۵ ۱۰۹۶ ۱۰۹۷ ۱۰۹۸ ۱۰۹۹ ۱۱۰۰ ۱۱۰۱ ۱۱۰۲ ۱۱۰۳ ۱۱۰۴ ۱۱۰۵ ۱۱۰۶ ۱۱۰۷ ۱۱۰۸ ۱۱۰۹ ۱۱۱۰ ۱۱۱۱ ۱۱۱۲ ۱۱۱۳ ۱۱۱۴ ۱۱۱۵ ۱۱۱۶ ۱۱۱۷ ۱۱۱۸ ۱۱۱۹ ۱۱۲۰ ۱۱۲۱ ۱۱۲۲ ۱۱۲۳ ۱۱۲۴ ۱۱۲۵ ۱۱۲۶ ۱۱۲۷ ۱۱۲۸ ۱۱۲۹ ۱۱۳۰ ۱۱۳۱ ۱۱۳۲ ۱۱۳۳ ۱۱۳۴ ۱۱۳۵ ۱۱۳۶ ۱۱۳۷ ۱۱۳۸ ۱۱۳۹ ۱۱۴۰ ۱۱۴۱ ۱۱۴۲ ۱۱۴۳ ۱۱۴۴ ۱۱۴۵ ۱۱۴۶ ۱۱۴۷ ۱۱۴۸ ۱۱۴۹ ۱۱۵۰ ۱۱۵۱ ۱۱۵۲ ۱۱۵۳ ۱۱۵۴ ۱۱۵۵ ۱۱۵۶ ۱۱۵۷ ۱۱۵۸ ۱۱۵۹ ۱۱۶۰ ۱۱۶۱ ۱۱۶۲ ۱۱۶۳ ۱۱۶۴ ۱۱۶۵ ۱۱۶۶ ۱۱۶۷ ۱۱۶۸ ۱۱۶۹ ۱۱۷۰ ۱۱۷۱ ۱۱۷۲ ۱۱۷۳ ۱۱۷۴ ۱۱۷۵ ۱۱۷۶ ۱۱۷۷ ۱۱۷۸ ۱۱۷۹ ۱۱۸۰ ۱۱۸۱ ۱۱۸۲ ۱۱۸۳ ۱۱۸۴ ۱۱۸۵ ۱۱۸۶ ۱۱۸۷ ۱۱۸۸ ۱۱۸۹ ۱۱۹۰ ۱۱۹۱ ۱۱۹۲ ۱۱۹۳ ۱۱۹۴ ۱۱۹۵ ۱۱۹۶ ۱۱۹۷ ۱۱۹۸ ۱۱۹۹ ۱۲۰۰ ۱۲۰۱ ۱۲۰۲ ۱۲۰۳ ۱۲۰۴ ۱۲۰۵ ۱۲۰۶ ۱۲۰۷ ۱۲۰۸ ۱۲۰۹ ۱۲۱۰ ۱۲۱۱ ۱۲۱۲ ۱۲۱۳ ۱۲۱۴ ۱۲۱۵ ۱۲۱۶ ۱۲۱۷ ۱۲۱۸ ۱۲۱۹ ۱۲۲۰ ۱۲۲۱ ۱۲۲۲ ۱۲۲۳ ۱۲۲۴ ۱۲۲۵ ۱۲۲۶ ۱۲۲۷ ۱۲۲۸ ۱۲۲۹ ۱۲۳۰ ۱۲۳۱ ۱۲۳۲ ۱۲۳۳ ۱۲۳۴ ۱۲۳۵ ۱۲۳۶ ۱۲۳۷ ۱۲۳۸ ۱۲۳۹ ۱۲۴۰ ۱۲۴۱ ۱۲۴۲ ۱۲۴۳ ۱۲۴۴ ۱۲۴۵ ۱۲۴۶ ۱۲۴۷ ۱۲۴۸ ۱۲۴۹ ۱۲۵۰ ۱۲۵۱ ۱۲۵۲ ۱۲۵۳ ۱۲۵۴ ۱۲۵۵ ۱۲۵۶ ۱۲۵۷ ۱۲۵۸ ۱۲۵۹ ۱۲۶۰ ۱۲۶۱ ۱۲۶۲ ۱۲۶۳ ۱۲۶۴ ۱۲۶۵ ۱۲۶۶ ۱۲۶۷ ۱۲۶۸ ۱۲۶۹ ۱۲۷۰ ۱۲۷۱ ۱۲۷۲ ۱۲۷۳ ۱۲۷۴ ۱۲۷۵ ۱۲۷۶ ۱۲۷۷ ۱۲۷۸ ۱۲۷۹ ۱۲۸۰ ۱۲۸۱ ۱۲۸۲ ۱۲۸۳ ۱۲۸۴ ۱۲۸۵ ۱۲۸۶ ۱۲۸۷ ۱۲۸۸ ۱۲۸۹ ۱۲۹۰ ۱۲۹۱ ۱۲۹۲ ۱۲۹۳ ۱۲۹۴ ۱۲۹۵ ۱۲۹۶ ۱۲۹۷ ۱۲۹۸ ۱۲۹۹ ۱۳۰۰ ۱۳۰۱ ۱۳۰۲ ۱۳۰۳ ۱۳۰۴ ۱۳۰۵ ۱۳۰۶ ۱۳۰۷ ۱۳۰۸ ۱۳۰۹ ۱۳۱۰ ۱۳۱۱ ۱۳۱۲ ۱۳۱۳ ۱۳۱۴ ۱۳۱۵ ۱۳۱۶ ۱۳۱۷ ۱۳۱۸ ۱۳۱۹ ۱۳۲۰ ۱۳۲۱ ۱۳۲۲ ۱۳۲۳ ۱۳۲۴ ۱۳۲۵ ۱۳۲۶ ۱۳۲۷ ۱۳۲۸ ۱۳۲۹ ۱۳۳۰ ۱۳۳۱ ۱۳۳۲ ۱۳۳۳ ۱۳۳۴ ۱۳۳۵ ۱۳۳۶ ۱۳۳۷ ۱۳۳۸ ۱۳۳۹ ۱۳۴۰ ۱۳۴۱ ۱۳۴۲ ۱۳۴۳ ۱۳۴۴ ۱۳۴۵ ۱۳۴۶ ۱۳۴۷ ۱۳۴۸ ۱۳۴۹ ۱۳۵۰ ۱۳۵۱ ۱۳۵۲ ۱۳۵۳ ۱۳۵۴ ۱۳۵۵ ۱۳۵۶ ۱۳۵۷ ۱۳۵۸ ۱۳۵۹ ۱۳۶۰ ۱۳۶۱ ۱۳۶۲ ۱۳۶۳ ۱۳۶۴ ۱۳۶۵ ۱۳۶۶ ۱۳۶۷ ۱۳۶۸ ۱۳۶۹ ۱۳۷۰ ۱۳۷۱ ۱۳۷۲ ۱۳۷۳ ۱۳۷۴ ۱۳۷۵ ۱۳۷۶ ۱۳۷۷ ۱۳۷۸ ۱۳۷۹ ۱۳۸۰ ۱۳۸۱ ۱۳۸۲ ۱۳۸۳ ۱۳۸۴ ۱۳۸۵ ۱۳۸۶ ۱۳۸۷ ۱۳۸۸ ۱۳۸۹ ۱۳۹۰ ۱۳۹۱ ۱۳۹۲ ۱۳۹۳ ۱۳۹۴ ۱۳۹۵ ۱۳۹۶ ۱۳۹۷ ۱۳۹۸ ۱۳۹۹ ۱۴۰۰ ۱۴۰۱ ۱۴۰۲ ۱۴۰۳ ۱۴۰۴ ۱۴۰۵ ۱۴۰۶ ۱۴۰۷ ۱۴۰۸ ۱۴۰۹ ۱۴۱۰ ۱۴۱۱ ۱۴۱۲ ۱۴۱۳ ۱۴۱۴ ۱۴۱۵ ۱۴۱۶ ۱۴۱۷ ۱۴۱۸ ۱۴۱۹ ۱۴۲۰ ۱۴۲۱ ۱۴۲۲ ۱۴۲۳ ۱۴۲۴ ۱۴۲۵ ۱۴۲۶ ۱۴۲۷ ۱۴۲۸ ۱۴۲۹ ۱۴۳۰ ۱۴۳۱ ۱۴۳۲ ۱۴۳۳ ۱۴۳۴ ۱۴۳۵ ۱۴۳۶ ۱۴۳۷ ۱۴۳۸ ۱۴۳۹ ۱۴۴۰ ۱۴۴۱ ۱۴۴۲ ۱۴۴۳ ۱۴۴۴ ۱۴۴۵ ۱۴۴۶ ۱۴۴۷ ۱۴۴۸ ۱۴۴۹ ۱۴۵۰ ۱۴۵۱ ۱۴۵۲ ۱۴۵۳ ۱۴۵۴ ۱۴۵۵ ۱۴۵۶ ۱۴۵۷ ۱۴۵۸ ۱۴۵۹ ۱۴۶۰ ۱۴۶۱ ۱۴۶۲ ۱۴۶۳ ۱۴۶۴ ۱۴۶۵ ۱۴۶۶ ۱۴۶۷ ۱۴۶۸ ۱۴۶۹ ۱۴۷۰ ۱۴۷۱ ۱۴۷۲ ۱۴۷۳ ۱۴۷۴ ۱۴۷۵ ۱۴۷۶ ۱۴۷۷ ۱۴۷۸ ۱۴۷۹ ۱۴۸۰ ۱۴۸۱ ۱۴۸۲ ۱۴۸۳ ۱۴۸۴ ۱۴۸۵ ۱۴۸۶ ۱۴۸۷ ۱۴۸۸ ۱۴۸۹ ۱۴۹۰ ۱۴۹۱ ۱۴۹۲ ۱۴۹۳ ۱۴۹۴ ۱۴۹۵ ۱۴۹۶ ۱۴۹۷ ۱۴۹۸ ۱۴۹۹ ۱۵۰۰ ۱۵۰۱ ۱۵۰۲ ۱۵۰۳ ۱۵۰۴ ۱۵۰۵ ۱۵۰۶ ۱۵۰۷ ۱۵۰۸ ۱۵۰۹ ۱۵۱۰ ۱۵۱۱ ۱۵۱۲ ۱۵۱۳ ۱۵۱۴ ۱۵۱۵ ۱۵۱۶ ۱۵۱۷ ۱۵۱۸ ۱۵۱۹ ۱۵۲۰ ۱۵۲۱ ۱۵۲۲ ۱۵۲۳ ۱۵۲۴ ۱۵۲۵ ۱۵۲۶ ۱۵۲۷ ۱۵۲۸ ۱۵۲۹ ۱۵۳۰ ۱۵۳۱ ۱۵۳۲ ۱۵۳۳ ۱۵۳۴ ۱۵۳۵ ۱۵۳۶ ۱۵۳۷ ۱۵۳۸ ۱۵۳۹ ۱۵۴۰ ۱۵۴۱ ۱۵۴۲ ۱۵۴۳ ۱۵

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

سے آخری دو میں سَبَقُوا لَوْنِ اللّٰہِ بصری اور امام کی رسم ہے ع
 قُلْ كَذٰۤهٗ اَوْ قُلْ اِنَّ پ ع میں کوئی کی رسم الف کے حذف سے
 ہے (مؤمنون) ع خَلِيلِهٖ ع اور روم ع میں (النور) ع وَنَزَلَ
 الْمَلٰٓئِكَةُ كِيْ بچائے وَنَزَلَ الْمَلٰٓئِكَةُ مَكِي کی رسم ہے ع
 السَّيِّحِ ع نصیر سے الف کے ساتھ اور نافع سے حذف الف
 سے ہے ع سِرَجًا ع بخلف یہ نصیر کی روایت ہے ع
 وَذَرِيَّتَنَا ع نیز ذَرِيَّتِهِمْ یس، غافر: طور میں: یہاں ماضی
 صحبہ کی اور یس ع میں عَمَّ یعقوب کی اور طور کے پہلے موقع میں
 بصری شامی کی اور دوسرے میں عَمَّ: بصری کی قراۃ الف سے ہے
 (فرقان) ع لَحْدِرُونَ ع ع فَرِهَيْنَ ع ان دونوں میں
 حذف اثبات دونوں ہیں اور شاطبی کے یہاں حذف راجح وقوی ہے
 ع وَتَوَكَّلْ کے بجائے فَتَوَكَّلْ فاسے مدنی اور شامی کی رسم ہے
 (شعرا) ع اٰلَيْنَا ع اَوَّلِيَّاۤتَيْنِنِي ع دونوں سے کی
 کی رسم ہے ع فَتَنْظَرَةَ ع بخلف ع ظَبْرُكُمْ ع
 ع بَلِ اَذْرَكَ ع اٰتٰنَا مَخْرَجُونَ ع میں اِنَّا
 دونوں سے شامی کی رسم ہے ع بِهْدٰی ا نَعْمٰی دونوں جگہ
 بخلف (نمل) ع فَرِعًا ع ع وَقَالَ مُوسٰی رَبِّیْ کے
 بجائے قَالَ مُوسٰی رَبِّیْ وَاوْ کے بغیر کی کی رسم ہے ع سَجَرٰنِ
 ع بخلف ع تَظْهَرَا ع (قصص) اٰیٰتٌ مِّنْ رَبِّہٖ ع

(عَنْكَبُوت) عَا وَفِصْلُهُ ۶ عَا (وَاحِقَاف ۶ عَا وَلَا تُصَعِّرِ عَا) (ابْنَانُ
وَعَاصِمٌ) اور ثوی کے غیر کی قراءۃ الف سے ہے (لَقَمْن) عَا تُظْهِرُونَ
۶ عَا اور يُظْهِرُونَ مجادلہ ۶ عَا الظَّنُّونَا ۶ عَا الرَّسُولَا اور
السَّبِيلَا ۶ عَا تینوں میں تمام قرآنوں میں الف مرسوم ہے ۔ عَا
يَسْأَلُونَ ۶ عَا بَخْلَفِ اور باقی سب جگہ ہمزہ بے صورت ہے
(احزاب) عَا عَلِمِ الْغَيْبِ ۶ عَا مَسَلِكِهِمْ عَا وَهَلْ
نُجْزِي ۶ عَا بَعْدُ ۶ عَا (سبا) بَيِّنْتَ ۶ عَا (فاطر) میں اثبات
وحذف دونوں ہیں اور حذف اکثر ہے ۔ عَا وَمَا عَمِلْتُ أَيَدِيهِمْ
۶ عَا تا کے بعد والی ہا کے حذف سے کوئی کی رسم (اور صحبہ کی قراءۃ)
ہے عَا فَكِهِونَ یہاں ۶ عَا میں اور فَكِهِينَ (خان : طور :
تطفيض میں بَخْلَفِ عَا بِقَدْرِ یہاں ۶ عَا وَاحِقَاف ۶ عَا) اور
ہمارے عام قرآنوں میں قیمہ والا بھی حذف الف سے (لِيسَ)
عَا اَثَرِهِمْ صَفَّتْ ۶ عَا (عَا) اِلْيَاس اور اِلْ يَاسِينَ ۶ عَا میں الف
مرسوم ہے (عَا كَذِبْ (صرف زمر ۶ عَا میں) عَا عَبْدُهُ ۶ عَا بَخْلَفِ
(یہ شفا و یزید کی قراءۃ ہے) عَا تَأْمُرُونَنِي ۶ عَا دونوں سے
شامی کی رسم ہے عَا جَآئِي ۶ عَا اور فجر میں دونوں جگہ ایک زائد
الف کے (زمر) عَا كَلِمَتُ ۶ عَا (عم کی قراءۃ ہے) عَا اَشَدَّ
مِنْكُمْ شامی کی رسم ہے عَا اَنْ يُبَدِّلَ دِينَكُمْ اَوْ اَنْ
کوئی کی رسم ہے ۔ اور باقی مصاحف میں وَ اَنْ ہے (جو کوئی)

يعقوب کے ماسوا کی قراۃ ہے۔) ع وَالسَّلْسِلُ ع (مؤمن) ع
 سَمَوَاتٍ ع میں صرف اسی جگہ واؤ کے بعد الف مرسوم ہے۔ اس
 کے علاوہ باقی سب جگہ سَمَوَاتٍ : السَّمَوَاتِ کے دونوں ع الف
 محذوف ہیں ع مِنْ ثَمَرَاتٍ ع (فصلت) ع فِيمَا كَسَبَتْ
 ع کی بجائے بِمَا كَسَبَتْ فَا کے بغیر مدنی اور شامی کی رسم ہے: ع
 الرِّجْمِ ع (مدنی کی قراۃ الف سے ہے) ع كَبَائِرَ الْاِثْمِ
 ع اور نجم ع (نہ کہ كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ نَسَاءُ ع میں بھی) (شوری)
 ع الْاَرْضِ مِهْدًا ع جو کفی ~~يعقوب~~ کے غیر کی قراۃ ہے ع
 هُمْ عِبَادُ ع قُلْ اَوَلَوْ ع اَسْوَرَّةُ ع (جو حفص ~~يعقوب~~
 کے غیر کی قراۃ ہے) ع يٰعِبَادِ لَا ع کی بجائے يٰعِبَادِي لَا
 دال کے بعد یا کے ساتھ اور ع تَشْتَهِيْ کی بجائے تَشْتَهِيْهِ
 یہ دونوں مدنی اور شامی کی رسم ہے۔ يٰعِبَادِي میں دال کے بعد
 يٰ اَعْمُ ~~يعقوب~~ اشجۃ کی اور تَشْتَهِيْ میں یا کے بعد ہاء م ~~يعقوب~~ حفص
 کی قراۃ ہے (زخرف) ع غَشَاةُ ع صرف یہاں جا ئیہ میں نہ کہ
 بقرہ ع میں بھی ع اَشْرَۃُ ع اِحْسَانًا دوالفون کے ساتھ
 کوئی کی رسم ہے۔ اور باقی میں حُسْنًا ہے (اور ہمارے یہاں
 کے عام مصاحف میں سین کے اوپر کھڑا زبر لکھتے ہیں یہ صحیح نہیں
 ہے اور ممکن ہے کہ اس میں شمول کی رعایت ملحوظ ہو۔ کیوں کہ اس
 صورت میں تو حُسْنًا کی قراۃ کے لیے ایک ہی مخالفت لازم آتی

ہے کہ تہمزہ ثابت ہے اور یہ قابل تحمل ہے اس بنا پر کہ تہمزہ رسمًا حاکم
منفصل ہے اور اگر اس کو احسنًا لکھتے تو محسنًا کی قرآۃ کے نکالنے
کے لیے رسم کی دو مخالفتوں کا مرتکب ہونا لازم آتا جو قابل تحمل نہیں:
واللہ اعلم (احقاف) قَتَلُوا ع (محمد) ع بِمَا عَاهَدَ ع (د ع)
شَطَا ع (فتح) اَلَّتْ ع نجم ع خُشَعًا بِخُلْفِ صرف (قر
میں اور یہ بصری اور شفا کی قرآۃ ہے (قر) ذُو الْعَصْفِ کی بجائے
ذَا الْعَصْفِ اور ذی الْجَلْلِ کے بجائے ذُو الْجَلْلِ شامی کی
رسم ہے۔ تَكْدِبَانِ بِخُلْفِ (الرحمن) بِمَوَاقِعِ بِخُلْفِ (واقعہ)
ع وَكَلَّا وَعَدَا کی بجائے وَكَلَّ شامی کی رسم ہے ع فَإِنَّ اللَّهَ
هُوَ الْغَنِيُّ کی بجائے فَإِنَّ اللَّهَ الْغَنِيُّ ع مدنی اور شامی کی رسم
ہے (حدید) ع تَظْهَرَا ع بِكَلِمَتِ ع (تحریم) ع اَنْ
تَذَاكَا ع (قلم) ع الْمَشْرِقِ ع وَالْمَغْرِبِ (صرف معارج
ع ہی میں) ع قُلْ اِنَّمَا بِخُلْفِ یہ عامم حمزہ یزید کے غیر
کی قرآۃ ہے (جن) ع سَلْسِلًا میں دوسرے لام کے بعد اور
دوسرے قَوَارِيرًا میں دوسری را کے بعد الف کے لکھے جانے میں
خُلف ہے۔ اور ہمارے عام قرآنوں میں دونوں الف سے ہیں (چنانچہ
سَلْسِلًا میں تمام قرآنوں میں دوسرے لام کے بعد الف ثابت ہے
لیکن نصیر کی ایک روایت پر و نیز سخا دی کی تصریح کی رو سے شامی
میں حذف ہے اور دوسرے قَوَارِيرًا میں مدنی؛ کوئی؛ شامی کے

یہاں بالاتفاق اور مکی: بصری: میں صرف ایک قول پر الف ثابت ہے اور امام میں یہ الف محذوف ہے، اور پہلے قَوَارِیرِا میں دوسری را کے بعد بالاتفاق الف مرسوم ہے اور سَلْسِلَا میں پہلے لام کے بعد والا الف بالاتفاق محذوف اور دونوں قَوَارِیرِا میں واؤ کے بعد الف بالاتفاق مرسوم ہے عَ عَلَیْهِمْ (ہر) جَمَلَتْ بِخَلْفِ اور لام کے بعد والا الف جو صحب کے غیر کی قرآۃ ہے بالاتفاق محذوف ہے (مرسلت) عَ الْأَرْضَ مَهْدًا عَ وَلَا كِتَابًا ضَرْعًا وَاللَّهُ عَ وَاللَّهُ عَ (نبا) عَ بِضَنِّیْنِ تمام قرآنوں میں ضاد سے ہے اور حیر، کسائی: رُوسِ کے لیے بِضَنِّیْنِ ظا سے ہے (تکویر) چونکہ صد اول کے قرآنوں میں ضاد اور ظا میں یہ فرق تھا کہ ضاد کا سر ظا سے قدرے چھوٹا ہوتا تھا: یوں سمجھو کہ ضاد کے سرے کی سپیدی کے بعد والا سرا ضاد میں سیدھا اور ظا میں کسی قدر مڑا ہوا ہوتا تھا و نیز ظا کے سر کی سپیدی زیادہ اور ضاد کے سرے کی کم ہوتی تھی (یعنی ض (ضاد) ض (ظا) پس اس فرق سے وہ حضرات ضاد اور ظا میں تمیز کر لیتے تھے اور چونکہ یہ خاص فرق نہ تھا اس لیے اس کی رسم کے بارے میں ضاد پر ہی اتفاق ہو گیا اور یہ جو ظا کی موجودہ رسم ہے کہ اس کی سپیدی کے اوپر ایک الف بھی ہے یہ بعد کے لوگوں نے حرکات اور نقاط کی طرح آسانی کی غرض سے لگانا شروع کر دیا تھا۔ جو برابر چلا آ رہا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

عِ خَمْلَةٍ (تطیف) ع وَلَا تَخْضَوْنَ ع فِي عِبْدِي (قبر) اَطْعَمُ
 صرف بلد) ع وَلَا يَخَافُ کی بجائے فَلَا يَخَافُ مدنی اور شامی کی رسم
 ہے (الشمس) ع اَرْعَيْتَ اَرْعَيْتَ : اَرْعَيْتُمْ : اَرْعَيْتُمْ
 میں خُلف ہے۔ یعنی بعض قرآنوں میں ہمزه بشکل الف اور بعض میں
 بے صورت ہے (علق) ع اِذِ يَلْفِ اور اِلفِہم (قریش)

اب اصول کا بیان شروع ہوتا ہے اور چونکہ فقہ قرأت
 میں اصول کم اور فروش

زیادہ ہیں۔ اور رسم میں اس کا عکس ہے اس لیے قرأت میں اصول کو اور
 رسم میں فروش کو پہلے بیان کرتے ہیں۔

أُصُول

اُن کے چھ حصے ہیں

پہلا حصہ

الف کے حذف و اثبات کے بیان میں : اس میں پانچ فصلیں
 اور ایک تتمہ ہے :

ان کلمات کا بیان جن میں اصل تو رسماً الف کا اثبات
 ہے، لیکن ان میں سے بعض میں کلیہ کے طور پر اور

فصل (۱)

بعض میں مخصوص مقامات میں الف کا رسماً حذف بھی آیا ہے۔ پس یہاں ہر نمبر کے شروع میں ایک اور اس کی مثال لائی جائے گی اور اس کے بعد قوسین میں اس کے مستثنیات ذکر کیے جائیں گے۔

۱ فاعِلٌ جیسے کاتِبٌ وغیرہ اِطْلُ اعراف: ہود۱۲
 ۲ طائر ہر جگہ ۳ الکُفْرُ (رعد) کنز: یعقوبؑ کے ماسوا کے لیے اور
 ہمارے قرآنوں کے اعتبار سے نبارِ ع والا بھی ۴ سَمِرًا (مؤمنون)
 ۵ فَرِغًا (قصص) ۶ عَلِمَ ہر جگہ ۷ صَلِحٌ اور اس قسم کے و
 کلمات جو علم ہیں ۸ کَذِبٌ زمر ۹ سَجِرٌ اور ساجِد (اعراف)
 میں بعض میں الف سین کے بعد ہے اور بعض میں حا کے بعد ہے اور
 دانی اور نصیر کی روایت کی رُو سے بلا الف ہے۔ اور ہمارے عام
 مصاحف کے اعتبار ذریت ۱۰ میں ساجِد الف سے اور باقی سب جگہ
 بلا الف ہے۔ اور مادہ ۱۱ یونس پ ۱۲ و ہود ۱۳ کا ذکر فرش الحروف میں مادہ
 میں آچکا ہے وہاں دیکھ لیں۔ ۱۴ عا مَلِكِ (فاتحہ) اور مَلِكِ
 المَلِكِ (آل عمران) ۱۵ طَائِفٌ (صرف اعراف) ۱۶ اَلْكَعْبَةِ
 (مائدہ) ۱۷ فَلَقِ الْحَبِّ بِخَلْفِ (انعام) ۱۸ اَوْجِعِ اللَّيْلُ كَوْنِ
 کے ماسوا کے لیے بَخْلَفِ (انعام) ۱۹ اَبْهَدِ الْعَمَى (دو نوں جگہ)
 ۲۰ بِقَدَرِ تَيْنِوْنِ جگہ ۲۱ اَخْشَعًا (قر) بصری: شفا کی قراۃ میں
 ۲۲ عَلَيْهِمُ (وہر) حِفْظًا (یوسف) ۲۳ خَلِقُ اِبْرَاهِيمَ ۲۴ و نور
 ۲۵ میں شفا کی قراۃ کی رُو سے

۲۱ **فَاعِلَةٌ** : جیسے کاذِبَةٌ وغیرہ (الصَّعِقَةُ اور صَعِقَةٌ) میں ہر جگہ اَنفِیَہ (ماندہ) زَاکِیَہ کنز و روح کے غیر کی قراۃ کی رو سے حَمِیۃ شامی؛ صَحْبۃ یزید کی قراۃ کی رو سے (کھف) فَنْظَرَةٌ (نمل) نَحْرَةٌ صَحْبۃ و رو میں کی قراۃ کی رو سے (نَزَعَتْ)

۲۲ **فَعَالٌ** : جیسے شَرَابًا : طَعَامًا : ثَوَابًا سَلَّمَ : اور السَّلَم ہر جگہ : بَلَّغَ ہر جگہ حَزْمٌ صرف انبیاء میں : حَلَلَ ہر جگہ ضَلَلَ اور الضَّلَّ ہر جگہ : ثَلَّثَ : ثَلَّثَیْنِ ہر جگہ کَلَّمَ صرف فتحنا میں خَرَجًا شَفَا کی قراۃ میں (کھف و مؤمنون) فَخَرَجُ (مؤمنون) الْجَلَلَ ہر جگہ اَبْلَسُوا اور بَلَّوْا : جَزَّوْا ماندہ ع شوری و حشر میں بلا خلاف اور کف : اَطْلَ : زمر میں بخلاف

(فائدہ : جن کلمات میں دو لاموں کے درمیان الف ہے خواہ وہ اس وزن میں ہو یا کسی اور وزن میں سب میں کلیہ کے طور پر الف رسماً محذوف ہوتا ہے جیسے الْجَلَلَ : الضَّلَلَةُ : سُلِّلَةُ : ظَلَلَ : خَلَلَ : اُكَلَّلَةُ : اَلَاغُلُّ :)

۲۳ **فُعَالٌ** : جیسے اُجَاعٌ وغیرہ اُغْلَمَ ہر جگہ : اور اُغْلَمَیْنِ : جُنَادًا (انبیاء) ثَلَّثَ رُبْعَ ہر جگہ ثَرَبًا (صرف تین جگہ) رَعَدَ : نَمَلَ : نَبَّأَ : دُعُوْا صرف مؤمن پر میر ۲۴ **فِعَالٌ** : جیسے حِسَابٌ : قِتَالٌ (کِتَبٌ ہر جگہ لیکن ان چار مواقع میں الف سے ہے اَلْکُلُّ اَجَلَ کِتَابٌ (رعد) ع

کِتَابُ مَعْلُومٌ (حجر) ع ۱۱ مِنْ کِتَابِ رَبِّکَ (کہف) ع ۱۲ وَ کِتَابُ
 قُبُورِ (نمل) وَلَا کِذْبًا کَسَاۤیَۃً کی قرآن کی رو سے (نبا) خَلَّلَ ہر
 جگہ: عِبْدَنَا (صدہ) عِبْدِی (فجر) عِبْدَہ (زمر) جو شفا: یزید
 کے لیے ہے: عِبْدُ الرَّحْمٰنِ (زخرف) الرَّحْمٰنِ ہمارے نام مصاحف
 کے اعتبار سے رُوم کے پہلے الرَّیَّاحِ مَبْشُرَاتِ یَع ۱۱ میں الف سے۔
 اور باقی سب جگہ بلا الف ہے۔ اور رَابِعَہ کی رو سے حجر: کہف:
 فرقان: میں دُونوں وَجُوہ ہیں عِظْمًا اور الْعِظْمَ (مؤمنون) یَع
 سِرَاجًا (فرقان) دِ قَع دُونوں جگہ جو مدنی: یعقوب کے لیے ہے:
 فَرِهْنُ (بقرہ) ضِعْفًا (نساء) خِلْفَ رَسُولِ اللہ (توبہ) خِلْفَکَ
 (اسراء) شامی: صحب: یعقوب کی قرآن کی رو سے۔ اور ہمارے قرآنوں
 کے لحاظ سے اِنْتَا صرف نَسَاہ ع۔ اِلٰہ ہر جگہ۔ اَلْاَرْضُ مِهْدًا (طہ)
 یَع اور زخرف و نبا ع: اور اَلْاَرْضُ کے بعد مِهْدًا انہی تین جگہ آیا
 ہے۔ پس ان تین کے علاوہ باقی سب جگہ الف مرسوم ہے۔ اور ان
 تین میں سے طہ اور زخرف میں کُفٰی کے غیر کی اور نبا میں سبھی کی قرآن
 الف سے ہے اِلِیْلَفِ شامی کی اور اِلِیْفِہِم یزید کی قرآن کی رو سے
 جِدِّ حشر ع جو جبر کی قرآن ہے۔ خِثْمَہ تَطْفِیْف و فِصْلَہ (لہٰم احقاف)
 قِیْمًا (نساء وائدہ) ع اَفْعَالُ: جیسے عَسَاقًا اَعْلَام و غیرہ (عَلَمِ سِیَا
 انہیں کی قرآن میں) اَخْلَقُ (حجر و یس) سَخَّرَ اَعْرَافَ یَع اَو یونس ع
 میں شفا کی قرآن میں ع اَفْعَالُ: جیسے اَلْفُجَّارُ و غیرہ (اَلْکُفَّرُ رعد)

۱۷ اَفَاعِلٌ : جیسے اَلْاَنَامِلُ وغیرہ اَلْاَكْبَرُ انعام ۱۵

۱۸ اَفَاعِيلٌ : جیسے اَسَاطِيرُ اَلْاَقَاوِلِ

۱۹ مَفْعَالٌ : جیسے اَلْمَيْشَاقُ وغیرہ اِنِی الْمَيْعِدِ - انفال

اور مِکْل میں الف بشکل یا ہے اور یہ صورتاً مَفْعَال کا وزن ہے نہ کہ حقیقتاً بھی۔

۲۰ فَعَالَةٌ : جیسے اَلْعَدَاوَةُ : جَهَالَةٌ وغیرہ (کَلَّةٌ)

اَلضَّلَّةُ : شَقَوْتُنَا (مؤمنون) شفا کی قراۃ کی رُو سے بِشَهَادَتِهِمْ (معارج) حفصؓ و یعقوبؓ کے غیر کی قراۃ کی رُو سے اُشْرَةُ (احقا)

۲۱ فَعَالَةٌ : جیسے خَمَالَةٌ - كَفَّارَةٌ وغیرہ

۲۲ فَعَالَةٌ : جیسے اَلزُّجَاجَةُ وغیرہ (سُلَّةٌ)

۲۳ فَعَالَةٌ : جیسے رِسَالَةُ رَبِّیْ اعراف ۱۸ وغیرہ۔

(جَمَلَتْ) (مرسلات) بخلف : اَلْقِيَمَةُ ہر جگہ اور رِسَلَتْ مَآئِدَہ

۱۳ غ میں عَمُّ شُعْبَةُ : یعقوبؓ کے غیر کی اور انعام ۱۸ میں مَلِیْ اور حفصؓ

کی قراۃ کی رُو سے باقی سب کے لیے دونوں جگہ رِسَلَتْ ہے

جمع کے صیغے سے غَشْوَةٌ صرف جاثیہ ۱۸

۲۴ فَعْلَانٌ : جیسے اَلظَّمَانُ (اَلزَّحْمُنُ : اَلشَّيْطَانُ)

۲۵ فَعْلَانٌ : جیسے بُنْيَانٌ : طُغْيَانٌ وغیرہ (سُلْطَنٌ : قُرْءَانٌ

صرف یوسف : زخرف ۱۸) اور باقی سب جگہ ہمارے عام مصاحف میں

قُرْآن ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس کی رسم قُرْءَانٌ ہو سُبْحَنُ اَسْرَ

یع کے سوا باقی سب جگہ ہج

۲۶ اَفْعَالٌ : جیسے اَلْاَبْرَارُ اَلْاَنْهَرُ : اَصْحَبُ : اَلْفُ

بِاَيْسَمِ اللّٰهِ (ابراہیم) اَشْرَ (روم) اَشْرِهِمْ (سرف صفت)

اَصْرَهُمْ شامی کی قراۃ میں : اَنْبَلُوْا مُجْلِفِ ابْنُوْا اللّٰہِ صرف

مائدہ ہج میں مُجْلِفِ وَاْتْبَعُکَ ہج (شعرا) یَعْقُوْبُ کی قراۃ کی رو سے

۲۷ اِفْعَالٌ : اور اس کے صیغے جیسے اِلْکُرَامُ (فَاَزَلْهُمَا

حمزہ کی قراۃ کی رو سے لِیْلِفِ : اَلْفِهْمُ : اَوِاطِعُمْ (صرف

بلد میں)

۲۸ تَفَاعُلٌ : اور اس کے صیغے جیسے تَخَاصُّمٌ اور تَعَاَسَرْتُمْ

وغیرہ : (تَبَرَّکَ ہر جگہ : تَسْقُطُ حمزہ کی قراۃ میں تَشْبَهُ

صرف بقرہ ہج : تَزَوَّرُ (کف) تَظْهَرُوْنَ (بقرہ) تَظْهَرَا (قصص

و تحریم) اور تَظْهَرُوْنَ احزاب میں شفا کی قراۃ میں تَعْلٰی ہر جگہ

تَفُوْتُ (ملک) وَلَا تَخْضُوْنَ : وَیَتَجَوْنَ : فَلَا تَتَجَوَا (مجادلہ)

۲۹ اِفَاعِلٌ : اور اس کے صیغے جیسے اِثَّا قُلْتُمْ وغیرہ۔

(فَاَدْرَعْتُمْ : بَلِ اَدْرَکْ اور اَنْ یَصْلَحَا کفی کے غیر کی قراۃ کی

رو سے : یَسْقُطُ سما شامی شعبہ۔ روئی کی قراۃ کی رو سے

تَزَوَّرُ حرمی۔ مازنی کی قراۃ کی رو سے تَظْهَرُوْنَ (احزاب) شامی کی او

یَظْهَرُوْنَ شامی : یزید کی قراۃ پر اور تَظْهَرُوْنَ (بقرہ) میں کئی جگہ

۳۰ فَوَاعِلٌ جیسے اَلْفَوَاحِشُ : اَلْقَوَاعِدُ : اَلصَّوَاعِقُ وغیرہ۔

۳۱ فَوَاعِيلُ : جیسے قَوَارِيرُ :

۳۲ مُفَاعِلَةٌ : اور اس کے صیغے جیسے جَادَتْهُمْ غَيْرُهُ يُخْدَعُونَ
 ہر جگہ دَفْعُ : وَلَا تُقْتَلُوا هُمْ : يُقْتَلُونَكُمْ : قُتِلُواكُمْ (بقرہ)
 وَيُقْتَلُونَ الَّذِينَ يَخْلَفُ حَمْرَهُ کی قراءۃ کی رو سے وَقَتَلُوا (آل عمران)
 لَقَتَلَكُمُ : فَلَمْ يُقْتَلُواكُمْ وَالَّذِينَ قَتَلُوا (محمد صلی اللہ علیہ
 وسلم) بَصْرَى : حَفْصٌ : کے ماسوا کے لیے يُقْتَلُونَ حَجَّ ع : بَعْدُ (سبا)
 عُقِدَتْ (نساء) کوفی کے غیر کے لیے : مُضْعَفَةٌ اور اس کے صیغے
 يَخْلَفُ : عُقِدَتْ (انعام ۴) ابن ذکوان کی روایت کی رو سے
 يُسْرِعُونَ صرف انبیاء و مؤمنون میں : يُظْهِرُونَ (اتزاب و مجادلہ)
 حَتَّى يُلْقُوا : مُلِقُوا : مُلِقِ حَسَابِيهَا وَغَيْرُهُ : وَعَدْنَا
 عَهْدًا : عَهْدًا اور مُبَارَكٌ ہر جگہ بَرَكْنَا ہر جگہ نہ کہ بَارَك
 بھی مُعْجِزِينَ (تینوں جگہ) وَهَلْ تُجْزِي (سبا) فَلَا تُضْجِنِي (کہف)
 فَدَقُّوا (انعام ۴) و روم ۴ اخوین کی قراءۃ کی رو سے تَمَسَّوْهُنَّ
 تَيْنُونَ جگہ شفا کی قراءۃ کی رو سے، وَلَا تُضْعِرْ (لقمن) ابنا : عَامٌ
 ثَوْبِي کے غیر کی قراءۃ کی رو سے : دَرَسْتُ (انعام) حبر کی قراءۃ
 کی رو سے : لَمْ تُسْتَمْ (نساء ۴) و مائدہ ۴ : اَفْتَرَوْنَهُ (نجم) مُرْعَمًا
 (نساء) جَوَزْنَا دونوں جگہ تُسْقِطُ (مریم) يُدْفِعُ يَخْلَفُ (حج)
 ۳۳ قَالَ : ہر جگہ جیسے وَإِذْ قَالَ (قل) انبیاء ۴ : ع :
 و در حرف ع و جن ۴ میں ایک ایک جگہ اور مؤمنون ۴ میں دو :

ہمارے عام قرآنوں کے اعتبار سے ان چھ سوں میں الف محذوف ہے اور
 نَقَرُوهُ قُلْ اسراءِ پُغ میں مکی و شامی کی قراۃ کی رو سے جو الف ہے
 وہ مکی و شامی مصاحف میں ثابت اور باقی مصاحف میں محذوف ہے
 ۳۴ : (ثلاثی مزید کے مصدر کا الف ہر جگہ ثابت ہوتا
 ہے) جیسے اِخْتَلَفَا: اِنتَقَاهُ: اِسْتَبَارَا: اِسْتِغْفَارُ: اِنْقِصَامُ:
 اِتِّبَاعُ: اِسْتَعْبَالَهُمْ: اِنْبَعَاثُهُمْ: اِخْتِلَاقُ: اِفْتِرَاءُ: اِبْتِغَاءُ
 الْاَوْکَرَامِ: قِتَالُ: تَخَاصُمُ: تَفَاخَرُ: تَكَاشُرُ الْاِحْسَانِ بِالِئْتِنَا
 کَذَا اَبَا (خِئْمَةُ): (اَطْعَمَ بِلْدًا) وَلَا کِذْبًا نِبَاعُ رِوَيْفِ -
 الْفِہِمُ (قریش) دِفْعُ وغیرہ وہ مصادر جن کا استثنا اسی فصل میں
 آچکا ہے۔

فصل (۲) ذیل کے الفاظ قرآن میں ہر جگہ الف کے حذف
 سے لکھے ہوئے ہیں۔

عاجو ہاتنیہ کے لیے آتی ہے اس کا الف جسے ھَانَتْمْ: ھُوْلَاءِ:
 ھَذَا ھَذِہ: ھَذَانِ: ھَتَّيْنِ: ھَكَذَا: ھُمْنَا وغیرہ
 ۲ ندا والی یا کا الف جیسے یُنُوْحُ: یُعْبَادُ اور یَا یٰھَا الَّذِیْنَ
 وغیرہ ۳ ذَلِکَ: ذَلِکُمْ: ذَلِکِنَّ میں ذال کے بعد کا الف
 ۴ اُولَئِکَ: اُولَئِکُمْ ۵ لَکِنَّ: لَکُمْ ۶ شَیْطٰنِ
 الشَّیْطٰنِ اور الشَّیْطٰنِ ہر جگہ ۷ رفعی حالت میں تنبیہ کا الف جو
 کلمہ کے درمیان ہو جیسے اِمْرَاَتِیْنِ اور رَجُلَیْنِ (اور ہمارے عام قرآنوں

میں جو ھٰذِیٰ ظہر میں یہ الف بشکل یا (ھٰذِیٰ) ہے بے اصل ہے پس اگر تثنیہ کا الف کلمہ کے آخر میں ہو تو پھر ہر جگہ لکھا جاتا ہے -

جیسے قَالَا دَعُوا اور وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وغیرہ

اور اگر دو الف والا تثنیہ ہو جیسے الْوَالِدَانِ : نَصَّاحَتَيْنِ وغیرہ

تو پہلا الف مرسوم ہوتا ہے البتہ لَسِحْرَيْنِ ظہر اور کوئی کے

غیر کی قراءۃ کی رو سے سِحْرَيْنِ قصص ہر میں پہلا الف بھی محذوف

ہے۔ ع جمع متکلم کی ضمیر میں نون کے بعد والا جب کہ کلمہ کے درمیان

ہو یعنی الف کے بعد مفعول کی ضمیر آرہی ہو۔ جیسے اَتَيْنَهُ : اَجْبَيْنَكُمْ

اَعْوَيْنَكُمْ : اُنْشَأْنُفْنَ وغیرہ۔ پس اگر جمع کی ضمیر کا الف کلمہ کے آخر

میں ہو اور اس کے بعد ضمیر نہ ہو تو پھر ہر جگہ لکھا جاتا جیسے وَكُلَّا ضَرَبْنَا

لَهُ الْاَمْثَالَ فَرَقَانِ ع اور وَعَلَيْنَا مَلِ ع وغیرہ ع اللت نجم ع

عَا اَلْتِي عَا اَلْعِي ع عدد والے اسم جیسے ثَلَاثَةٌ : ثَلَاث

ثَلَاثِينَ : رُبْع : ثَمْنِينَ : ثَمْنِي ع اَلْثَن اور اَلْثَن میں

ہر جگہ لیکن فَمَنْ يَسْتَبِعِ الْاَنَ جن ع میں الف ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ

یہ الف ہمزہ کی شکل ہو اور ہمزہ کے بعد والا الف حسبِ عد محذوف ہی ہو

(شروحات) عَا اَيُّهَا تَيْنِ جگہ مَا اَيُّهُ الْمُؤْمِنُونَ (نور ع) مَا يَا اَيُّهُ

الشَّجَرِ (ذخرف ع) مَا اَيُّهُ الثَّقَلَيْنِ (رحمن ع) میں بلا الف اور

باقی سب جگہ الف سے آیا ہے عَا اَيُّنَا : اَيُّتِه : اَيُّتِ ..

کے دونوں الف ہر جگہ محذوف ہوتے ہیں البتہ جیسا کہ ~~کے~~

اور آیاتنا یونسؑ و عؑ میں یا کے بعد والا الف مرسوم ہے۔ علا الذیکۃ میں و وجہ ۱۰ اَصْحَابُ لَیْکَةِ (شعراؑ) ۲۰ (مں عؑ میں) نہ لام سے پہلے الف ہے اور نہ لام کے بعد اور اَصْحَابُ لَیْکَةِ (حجر عؑ) و ق عؑ میں لام سے پہلے بھی الف ہے اور لام کے بعد بھی امام ابو عبیدہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے مصحف امام میں اسی طرح دیکھا ہے عا جو اسماء عجیبہ کثرت سے آئے ہوں جیسے اسْمَاعِیلُ : اِبْرَاهِیمُ : هَارُونَ : اسْحٰقُ : عِمرَانُ : ثَقْلَمُنْ : وغیرہ یہ سب بلا الف ہیں اور جن کا استعمال زیادہ نہیں ہے جیسے طَالُوتُ : جَالُوتُ : یاجُوجُ : مَا جُوجُ : وغیرہ ان کا الف رسم میں آتا ہے۔ لیکن چار اسماء هَارُوتُ : مَارُوتُ بقرہ عؑ هَامُنْ : قَارُونُ (عنکبوت عؑ) وغیرہ میں (باوجودیکہ ان کا استعمال قلیل ہے) مصاحف مختلف ہیں بعض میں الف ہے اور بعض میں نہیں ہے اور اول اکثر و مشہور ہے لیکن هَامُنْ میں میم کے بعد والا الف بالاتفاق مرسوم نہیں ہے۔ اور اِلْیَاس اور اِلْیَاسِینَ میں بھی الف ثابت ہے۔

عَاِسرَآوِیلَ میں مصاحف مختلف ہیں، بعض میں را کے بعد الف ہے اور بعض میں نہیں ہے اور ہمارے استعمال کے قرآنوں میں سب جگہ الف ہے) اور دَاوُد میں ہر جگہ الف ہے عا جمع سالم چاہے مذکر ہو یا مؤنث جو کثرت سے آتی ہو۔ اس میں بھی حذف الف پر اتفاق ہے اور نثر المرجان کی رو سے کثرت کا مطلب یہ ہے کہ وہ جمع کلام عرب

میں کثرت سے آئی ہو گو قرآن میں ایک یا دو ہی جگہ آئی ہو۔ چنانچہ
 اللّٰعِنَیْنِ اور اللّٰعِنُوْنَ کے الف کے حذف پر اجماع ہے، حالانکہ دونوں
 ایک ایک جگہ آئے ہیں اور اس کی مثالیں اور بھی بہت سی ہیں۔
 جمع سالم مذکر جیسے الْعَلَمَیْنِ: الصّٰدِقَیْنِ: الْفٰسِقَیْنِ: الصّٰلِحُوْنَ
 الصّٰدِقُوْنَ: خَسِیْعَیْنِ: وغیرہ: اور جمع سالم مؤنث: جیسے
 الْمُسْلِمٰتُ: ثَبِیَّتْ: ظَلُمْتُ۔ وغیرہ لیکن ان کے الف کے
 بعد اگر ہمزہ یا تشدید والا حرف آجائے جیسے خَائِفَیْنِ: الْخَائِفَیْنِ
 الصّٰلِحَیْنِ وغیرہ تو پھر الف مجازی: شامی مصاحف میں بلا خلاف
 عراقی میں بخلاف لکھا جاتا ہے، البتہ اگر یہ جمع دو الف والی ہو تو پھر
 چاہے اس کے بعد ہمزہ و حرف مشدّد ہو یا نہ ہو جیسے: الصّٰلِحٰتُ
 الصّٰلِحٰتُ: الصّٰفَّاتُ وغیرہ تو اس حالت میں تمام مصاحف میں
 دونوں الف نہیں پائے گئے ہیں۔

تنبیہ :- جمع مذکر و مؤنث سالم کے مستثنیات کے بیان میں:

سَارَوْضَاتٍ (شور ملی ع) ۱ طَاعُوْنَ (ذُرِیَّت و طور) ۲
 سَاهُوْنَ (ذُرِیَّت) ۳ کَاتِبَیْنِ (انفطار) ۴ الرَّاهِدَیْنِ (یوسف
 ع) ۵ الْغَاوْنَ ان چھوٹ میں الف ہے ۶ اَیَاتُنَا (یونس ع) ۷
 ۸ فِیْ اَیَاتِنَا قُلِ اللّٰهُ ع میں یا کے بعد اور ۹ صَلَوَاتِ اگر مضاف
 نہ ہو (بقرہ ع) و توبہ ع و حج ع وغیرہ) ۱۰ اَدْرَسَمَوَاتٍ فصلت میں

واؤ کے بعد الف مرسوم ہے سَلَّيْنَتْ فاطمہؓ میں اور سَلَّيْنَتْ
مرسلت کے پہلے الف کے مرسوم ہونے میں خلف ہے اور سَلَّيْنَتْ ہمارے
مصحف میں وَالْوَالِدَاتُ بِرُوحٍ میں بھی پہلا الف مرسوم ہے اور سَلَّيْنَتْ
سَلَّيْنَتْ شَامِي؛ يعقوبؒ کی اور سَلَّيْنَتْ بِمَفَازِ تِهْمَ صَبَّحَ کی اور سَلَّيْنَتْ
مَكَانَتِهِمْ شَعْبَہ کی قرآنہ کی رُوسے وَاَلْف والی جمع مؤنث ہیں۔
اس لیے ان میں دونوں الفوں کا حذف ہونا چاہیے تھا۔ لیکن ہمارے
تمام مصاحف میں واحد کی قرآنہ کے اعتبار پہلا الف مرسوم ہے۔

فصل (۳) : جن کلمات کے آخر میں دوزبر والا ہمزہ ہو۔ اور
اس سے پہلے الف یا زیر ہو جیسے مَاءٌ؛ غُثَاءٌ؛ مَلْجَأٌ وغیرہ ان میں
دوزبر والے حرف کے بعد جو الف لکھا جائے یا کہتا ہے وہ ہمزہ کے بعد
مرسوم نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس الف کے رسم میں آنے سے وَاَلْف جمع
ہو جائیں گے اور یہ ناپسندیدہ ہے۔

----- اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اگر ایسے ہمزہ سے
پہلے الف نہ ہو تو اصل کے موافق بعد والا الف مرسوم ہوگا؛ جیسے
جُزْءًا؛ سُوْرًا پس ہمارے یہاں کے بعض قرآنوں میں اس حالت
میں بھی الف کا نہ لکھنا اس اصل کے خلاف ہے اسی طرح تَرَاءَ کے
ہمزہ کے بعد بھی الف مرسوم نہ ہوگا لیکن وقف کرتے وقت تَرَاءَ
الف ہی کے ساتھ پڑھا جائے گا؛ اور جَاءَنَا؛ تَبَوَّأَا میں بھی
ایک ہی الف مرسوم ہے۔ سَرَّا سب جگہ یا کے بغیر ایک ہی الف

کے ساتھ لکھا ہوا ہے: لیکن دو جگہ مَ مَ کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَى
مَ لَقَدْ رَأَى مِنْ نَجْمٍ ع میں باتفاق مصاحف اہل امصار الف
کی شکل والے ہمزہ کے بعد یا بھی لکھتے ہیں۔ اسی طرح اَسَاءُوا اَسْوَا
رُوم ع میں بھی ہمزہ بشکل الف ہے اور اس کے بعد یا مرسوم ہے۔
اور نَا و نوں جگہ بشکل الف ہے۔ اور اس میں یا مرسوم نہیں ہے۔

فصل (۴) وہ کلمات جن کا الف لفظ یا کسی معنی کی بناء پر ثابت ہے

(۱) مَائَةٌ اور مَائَتَيْنِ میں میم کے بعد (۱) اور (۲) اِلِیْهِمْ میں
یزید کی قراۃ کی رُو سے پہلے لام کے بعد (الف کے مرسوم ہونے میں
کوئی اختلاف نہیں ہے نیز (۳) اَلْبَرِّوَا (الف لام والے میں اور (۴)
اِنْ اَمْرُوْا نَسَیْ ع والے اور (۵) لَا تَنْظُرُوْا: یَعْبُوْا: تَقْتُوْا :
یَبْذُوْا اور (۶) الضُّعُفُوْا (الف لام والا) اور ان کے مشابہ (وہ
کلمات جن کے آخر میں ہمزہ بصورت واؤ ہے۔ ان سب میں بھی الف
مرسوم ہے۔ لیکن ہمارے عام قرآنوں میں اللُّوْلُوْ کے بعد کسی جگہ بھی
الف مرسوم نہیں ہے اور مدنی مصاحف میں اس میں بھی الف ہے (۷)
لِشَیْءٍ کَفِیْ ع کے سوا سب جگہ شئی اسی طرح الف کے بغیر
ہے اور (۸) جس جگہ فعل کے آخر میں واؤ ہو عام ہے کہ جمع کا ہو جیسے
اَهْنُوْا: سَابِقُوْا: اَدْعُوْا وغیرہ واحد کا ہو نیز حرکت والا ہو جیسے اَوْیَعُوْا
الَّذِی: لَنْ نَّدْعُوْا: لِنَتَلَّوْا: نَبْلُوْا: وغیرہ یا جزم والا ہو جیسے

تَشَلُّوْا: يَدْعُوْا: وغیرہ اس واؤ کے بعد ہر جگہ الف لکھا جاتا ہے :-
 ہاں اگر اس کے بعد ضمیر منصوب متصل آجائے تو الف مرسوم نہ ہوگا جیسے
 فَعَلُوْهُ وغیرہ: اور اگر منصوب متصل نہ ہو تو پھر مرسوم ہوگا: جیسے کَانُوْا
 هُمْ اَظْلَمَ نَحْمُ عْ اور غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ شَوْرَى عْ۔

اور اسی طرح (۹) جو واؤ رفع کی علامت ہو جیسے اُوْا الْاَلْبَابِ
 وغیرہ اس کے بعد بھی الف لکھا جاتا ہے اور اس پر تمام قرآن متفق ہیں کہ
 (۱۰) بَنُوْا اِسْرَآئِيْلَ يُوْسُفُ عْ میں واؤ کے بعد الف لکھا ہوا ہے۔
 تنبیہ: دُوْ کے واؤ کے بعد (جو مفرد مضاف میں رفع کی علامت
 ہوا کرتا ہے، بالاتفاق الف محذوف ہے۔

مندرجہ ذیل چھ کلمات میں جمع کے واؤ کے بعد والا الف رسم میں نہیں آتا ہے

عَاجِئُوْہِمْ جگہ عَ بَاءُ وُ بقرہ عْ وَاٰلَ عِمْرٰنِ عْ ۱۲ عَ فَاَوْدُ بقرہ عْ ۲۸ اور وجہ یہ
 ہے کہ ان تینوں میں جمع کے واؤ کے بعد الف لکھنے سے پہلے الف کے ساتھ
 تماثل کی سی صورت پیش آجاتی ہے اس لیے اس کو حذف کر دیا اور واؤ
 کے فاصلہ کو کالعدم سمجھ لیا: عَ وَعْتُوْا صِرْفَ فِرْعَانَ عْ میں عَ سَعُوْا صِرْفَ
 سَبَاحُ وَالَا۔ ان دونوں میں الف کے حذف کی وجہ یہ ہے کہ فعل کے ما
 بعد کے ساتھ شدید اور پورے طور پر متصل ہونے سے کفار کی سرکشی اور
 مخالفت دین کا غلبہ اور اس کی کثرت ظاہر ہوتی ہے عَ تَبَوَّوْا الدَّارَ
 حَشَرَ عْ اور وجہ ما بعد کے ساتھ تماثل ہے جیسا کہ ظاہر ہے اور یہ سب

(۱۷) وَجَاءَتْ هَرَجَلَةٌ -

فصل (۵) (الف)

دو جگہ نون حقیقہ الف کی صورت میں آیا ہے۔ ۱۔ وَلَيَكُونَنَّ يَوْسُفُوعًا ۲۔

لَنَسْفَعًا (علق) ان پر وقف کرتے وقت الف پڑھا جائے گا (۱) اور رُوس کی روایت کی رو سے فَاِمَّا نَذْهَبًا زُخْرُفًا کا بھی یہی حکم ہے کہ وقف کی حالت میں قیاس و رسم کے خلاف نَذْهَبًا پڑھتے ہیں (۲) اور کَآيِنٌ میں ہر جگہ تنوین بصورت نون ساکن مرسوم ہے (۱) اور اس پر وقف بھی نون ہی سے ہوتا ہے۔ البتہ بصری کی قراۃ میں یا ہی پر وقف ہے نہ کہ نون پر یعنی کَآيِنٌ

(ب) جن اسماء و افعال کے آخر میں یا ہو اور الف سے بدل گئی ہو۔ چاہے اس کے ساتھ ضمیر متصل ہو یا نہ ہو ہر حال میں ان کے الف یا ہی کی شکل میں مرسوم ہوں گے (اور ان کو ذوات الیاء کہتے ہیں) جیسے : اَلْمَوْتِ : اَلسَّلْوٰی : الْمَرْضٰی : اِحْدَاهُمَا : بُشْرًا كُھُ اَرَا كُھُ : وغیرہ اور حَقَّ ثَقَّتْ کا ذکر فرش الحروف میں آچکا ہے اس کو پھر دیکھ لیں۔

اور ۲ اگر اس بدلے ہوئے الف سے پہلے ایک یا اور آجائے تو پھر اس کو الف کی صورت میں لکھتے ہیں جیسے : الدُّنْيَا : نَحْيًا : اَحْيَا : وغیرہ : البتہ یَحْيٰی علم ہو۔ (یَحْيٰی) یا فعل ہو جیسے :

وَيَحْيٰی مَنْ حَيٍّ (انفال ۷ وغیرہ) اس کو (امالہ کی بنا پر) یا ہی

کی شکل میں لکھا ہے۔

اور (۳) وَسُقِيَهَا میں رائیہ کی رُوسے دُویائیں ہیں۔ اور موسیٰ جارا اللہ نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔ لیکن اب عمل یہ ہے کہ قاف اور ہاکے درمیان ایک یا کا شوشہ لکھتے ہیں۔ اس کے بعد نہ الف مرسوم ہے اور نہ یا۔

اور (۴) جب یہ یا سے بدلا ہوا الف متکلم کی یا سے پہلے ہو جیسے : هَذَا يَ : مَثْوَايَ تو اس میں اختلاف ہے، بعض میں الف کی اور بعض میں یا کی صورت میں مرسوم ہے اور اب الف ہی کے لکھنے پر ہے۔

اور (۵) خَطِيْلُكُمْ اور خَطِيْلُهُمْ میں ہر جگہ ایک ہی یا مرسوم ہے نہ کہ دوسری بھی نیز یا کے بعد والا الف بھی محذوف ہے اور طاکے بعد والا الف اکثر قرآنوں میں محذوف ہے اور اب عمل بھی اسی پر ہے (ابو عبید قاسم بن سلامؒ فرماتے ہیں کہ بعض اُمراء کے کتب خانہ سے میرے لیے عثمانی قرآن نکلوایا گیا تو میں نے اس میں خون کے نشانات دیکھے اور خَطِيْلُكُمْ کو ایک ہی یا کے ساتھ پایا۔

اور (۶) سات کلمات اور ہیں جو یائی ہونے کے باوجود بِشکْلِ الْفِ مرسوم ہیں عَصَايَ (ابراہیمؒ)، عَصَايَ (بنی اسرائیلؒ)، عَصَايَ (ججؒ)، عَصَايَ (قصصؒ) عَصَايَ (فتحؒ) عَصَايَ (طغافؒ) عَصَايَ (ابو حفصؒ) فرماتے ہیں کہ صرف ظہ والا طغاف الف کے ساتھ ہے۔

دانی فرماتے ہیں کہ میں نے عراقی قرآنوں میں بہت جستجو کی مگر مجھے
 ظہوالانزعت والے کی طرح یا ہی کی صورت میں ملا (اور اس زمانہ
 میں بھی دانی ہی کے قول پر عمل ہے)۔ پھر فرماتے ہیں کہ میں نے عراقی
 قرآنوں میں کَلَّمَا الْجَنَّتَيْنِ (کہف ع) اور تَتَرَا مُؤْمِنُونَ ع (کوہ
 کے ساتھ پایا ہے) یہ ہے کہ اس کی رسم تہی ہے (بوی زبانی) اور بعض نے یہ بھی لکھا ہے
 (۷) علامہ دانی فرماتے ہیں کہ مَرْضَات بھی ہر جگہ الف سے ہے
 اور بعض نے نَحْشٰی مائدہ ع کو بھی الف سے ذکر کیا ہے لیکن اس پر
 عمل نہیں ہے اور (۸) اَلِیَّ : حَتّٰی : یُوْیَلِّتِیَّ : یُحْشَرُ قِیَّ
 (زمر ع) یَا سَفٰی اور اَنّٰی جو کیف کے معنی میں ہو۔ (جیسے اَنّٰی
 شِئْتُمْ : اَنّٰی لَکَ ہٰذَا : اَنّٰی یَکُوْنُ لِیَّ : اَنّٰی تُوْفَکُوْنُ : اَنّٰی
 ہٰذَا : وغیرہ) اَلِیَّ : حَتّٰی : یُوْیَلِّتِیَّ : یُحْشَرُ قِیَّ سب جگہ یا کی صورت میں
 مرسوم ہیں۔

(۹) خلف کہتے ہیں کہ میں نے امام کسائی کو فرماتے ہوئے سنا کہ لَدَا
 یوسف ع میں الف کے ساتھ ہے۔
 دانی فرماتے ہیں کہ میں نے تمام مصاحف میں اسی طرح پایا ہے
 اور مؤمن ع والے لَدَا الْحَنَاجِرِ کو بعض مصاحف میں بصورت یا اور
 بعض میں بصورت الف پایا : لیکن اکثر میں بصورت یا ہے۔
 (۱۰) جِئَیْءَ دُوْجَہ زمر ع) اور فجر میں جمیم کے بعد الف کی زیادتی
 سے ہے۔

(۱۱) حضرت ابی کے قرآن میں جَاءَ تَهُمُ مَرَّسُهُمْ اور جَاءَ
أَمْرُ اللَّهِ اور لِلرَّجَالِ میں جمیم کے بعد الف کے بجائے یا مرسوم
ہے اور اسی طرح جَاءُ و اور جَاءَ هُمْ میں مکی قرآنوں میں جمیم کے
بعد یا کا شوشہ ہے۔ لیکن اب اس پر عمل نہیں ہے۔

کاتم

وہ کلمات جن میں دو لاموں میں سے ایک کو رسمًا حذف کیا
گیا ہے اور جن میں اصل کے موافق ثابت رکھا گیا ہے :-
واضح ہو کہ ذیل کے کلمات میں ایک طرح کی دو صورتوں کے اجتماع
کے ناپسند ہونے اور ان کلمات کے کثرت سے مستعمل ہونے کی بنا پر
دو لاموں میں سے ایک کے حذف پر تمام مصاحف متفق ہیں۔ وَاللَّيْلِ
وَاللَّيْلِ : وَالذَّانِ : وَالْمِ : وَالْحِ : (اور شفا کی قراۃ
کی رو سے وَالْيَسْعِ وغیرہ)

لیکن مَا اللَّعْنُونَ : اللَّعْبَيْنِ : اللَّهُمَّ : اللَّهُمَّ : اللَّهُمَّ :
اللَّهُمَّ : اللَّطِيفُ : اللَّوَامَّةُ (اللَّهُمَّ)

میں دونوں لام ثابت ہیں۔ اور میں نے عراقی اور ان کے سوا دوسرے
قرآنوں میں بہت ہی گہری نظر سے دیکھا تو ایک حرف بھی اپنے بیان
کے خلاف نہیں پایا۔ فَلِلَّهِ الْحَمْدُ۔



دوسرا حصہ

تیا کے حذف و اثبات کے بیان میں

اس میں پانچ فصلیں ہیں :-

فصل (۱) ان کلمات کا بیان جن کی آخری یا کو ماقبل کے کسرہ پر اکتفا کر لینے کے سبب رسم سے حذف کر دیا گیا ہے۔
 محمد بن قاسم انباریؒ فرماتے ہیں کہ جو آیات کتاب اللہ میں ماقبل کے کسرہ پر اکتفا کرنے کی بنا پر (نہ کہ معنی نذا وغیرہ کی بنا پر) مرسوم نہیں ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

۱۔ فَاَرْهَبُوْنَ : ۲۔ فَاتَّقُوْا ۳۔ وَلَا تَكْفُرُوْنَ ۴۔
 ۵۔ دَعْوَةَ الدَّارِ : ۶۔ دَعَا ۷۔ وَاتَّقُوْا يٰۤاُولِيَ الْاَلْبَابِ
 ۸۔ (بقرہ) ۹۔ وَمَنْ اَتَّبَعِنِ ۱۰۔ وَاطِيعُوْنَ ۱۱۔ وَخَافُوْنَ
 ۱۲۔ (آل عمران) ۱۳۔ مَا يُوْتِي اللّٰهُ ۱۴۔ (نساء) ۱۵۔ وَاحْشَوْنَ الْيَوْمَ
 ۱۶۔ وَاحْشَوْنَ وَلَا تَشْتَرُوْا ۱۷۔ (مائدہ) ۱۸۔ يَقْنِصِ الْحَقَّ ۱۹۔
 ۲۰۔ وَقَدْ هَدٰىنِ ۲۱۔ (انعام) ۲۲۔ ثُمَّ كَيْدُوْنَ ۲۳۔ فَلَا
 ۲۴۔ تَنْظُرُوْنَ ۲۵۔ (اعراف) ۲۶۔ وَلَا تَنْظُرُوْنَ ۲۷۔ نَجِّ الْمُؤْمِنِيْنَ
 ۲۸۔ (يونس) ۲۹۔ فَلَا تَسْأَلُنِ ۳۰۔ ثُمَّ لَا تَنْظُرُوْنَ ۳۱۔
 ۳۲۔ وَلَا تَحْزُوْنَ ۳۳۔ يَوْمَ يَاتِ ۳۴۔ (ہود) ۳۵۔ فَاَرْسَلُوْنَ ۳۶۔

۲۴ وَلَا تَقْرَبُوا ۲۵ حَتَّى تَوَكَّلُوا ۲۶ اَنْ تَقْتُلُوْنَ
ع (یوسف) ۲۷ الْمُتَعَالِ ۲۸ وَالْيَهُودِ ۲۹ عَقَابِ ۳۰
۳۱ وَالْيَهُودِ ۳۲ (رعد) ۳۳ وَعَبِيدِ ۳۴ بِمَا أَشْرَكْتُمْ ۳۵
۳۶ وَتَقَبَّلْ دُعَاءَ ۳۷ (ابراہیم) ۳۸ فَلَا تَفْضَحُوْنَ ۳۹ وَلَا
تُخْزَوْنَ ۴۰ (حجر) ۴۱ فَاتَّقُوا ۴۲ فَارْهَبُوا ۴۳ (نحل)
۴۴ أَخْرَجْنَا ۴۵ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۴۶ (بنی اسرائیل) ۴۷ فَهُوَ
الْمُهْتَدِ ۴۸ اَنْ يَهْدِيَن ۴۹ اِنْ تَرَىٰ ۵۰ اَنْ يُؤْتِيَن
۵۱ نَبْعٌ ۵۲ عَلَىٰ اَنْ تُعَلِّنَ ۵۳ (کف) ۵۴ اَلَا تَتَّبَعُنِ ۵۵
۵۶ فَاعْبُدُوْا ۵۷ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْا ۵۸ وَاَنَارُكُمْ فَاعْبُدُوْا
۵۹ (انبیاء) ۶۰ وَالْبَادِ ۶۱ نَكِيرِ ۶۲ لِهَادِ الَّذِينَ ۶۳ (حج)
۶۴ ۶۵ بِمَا كَذَّبُوا ۶۶ وَرَبِّ ۶۷ فَاتَّقُوا ۶۸ اَنْ
يُخْضَرُوْنَ ۶۹ رَبِّ ارْجِعُوْا ۷۰ وَلَا تُكَلِّمُوْنَ ۷۱
(مؤمنون) ۷۲ اَنْ يَكْذِبُوْنَ ۷۳ اَنْ يَقْتُلُوْنَ ۷۴ فَهُوَ
يَهْدِيَن ۷۵ يَسْقِيَن ۷۶ يَشْفِيَن ۷۷ يُخَيِّن ۷۸
تَا ۷۹ وَاَطِيعُوْنَ ۸۰ تَا ۸۱ اَمْهَوْنَ جَمْعٌ ۸۲ قَوْمِيْ كَذَّبُوا
۸۳ (شعراء) ۸۴ عَلَىٰ وَاِذْ اَتَمَلَّ ۸۵ حَتَّى تَشْهَدُوْنَ ۸۶ اَتَشِدُّوْنَ
۸۷ فَمَا اَتَيْنَ اللّٰهُ ۸۸ (مل) ۸۹ اَنْ يَقْتُلُوْنَ ۹۰
اَنْ يَكْذِبُوْنَ ۹۱ (قصص) ۹۲ فَاعْبُدُوْنَ ۹۳ (عنكبوت)
۹۴ بِهِدِ الْعَمَى ۹۵ (رُوم) ۹۶ كَا لْجَوَابِ ۹۷ نَكِيرِ ۹۸

(سبا) ۸۳ نَكِيرٌ ۸۴ (فاطر) ۸۵ اِنْ يُّرْدِنِ السَّرْحٰنُ ۸۶
 وَلَا يَنْقُذُوْنَ ۸۷ فَاسْمِعُوْنَ ۸۸ (اٰیّس) ۸۹ لَتُرْدِيْنَ ۹۰ ۹۱
 سَيَهْدِيْنَ ۹۲ ۹۳ صَالِ الْجَحِيْمَ ۹۴ (صَفّت) ۹۵ مِنْ عَذَابِ
 ۹۶ فَحَقَّ عِقَابِ ۹۷ (مّٰص) ۹۸ فَاتَّقُوْنَ ۹۹ فَبَشِّرْ عِبَادَ ۱۰۰
 (زمر) ۱۰۱ عِقَابِ ۱۰۲ يَوْمَ التَّلَاقِ ۱۰۳ ۱۰۴ يَوْمَ التَّنَادِ ۱۰۵
 ۱۰۶ يَقُوْمُ الرَّاٰبِعُوْنَ ۱۰۷ (مؤمن) ۱۰۸ الْجَوَارِ ۱۰۹ (شورى) ۱۱۰ سَيَهْدِيْنَ
 ۱۱۱ مَتَا وَاتَّبِعُوْنَ هٰذَا ۱۱۲ وَاطِيعُوْنَ ۱۱۳ (زخرف) ۱۱۴ اَنْ
 تَرْجُمُوْنَ ۱۱۵ فَاعْتَزِلُوْا ۱۱۶ (دخان) ۱۱۷ فَحَقَّ وَعِيْدُ ۱۱۸
 ۱۱۹ السَّنَادِ ۱۲۰ اِيْخَافُ وَعِيْدِ ۱۲۱ (ق) ۱۲۲ اِلَى الْعَبْدُوْنَ ۱۲۳
 اَنْ يُّطْعَمُوْنَ ۱۲۴ فَلَا يَسْتَعْمِلُوْنَ ۱۲۵ (ذٰرِیّٰت) ۱۲۶ فَمَا تَعْلَمُ ۱۲۷
 الدَّاعِ ۱۲۸ اِلَى الدَّاعِ ۱۲۹ اور چھ جگہ ۱۳۰ تا ۱۳۱ وَنَذِرِ ۱۳۲
 ۱۳۳ (قمر) ۱۳۴ الْجَوَارِ ۱۳۵ (رحمن عزوجل) ۱۳۶ اَنْذِرِ ۱۳۷
 نَكِيرِ ۱۳۸ (ملک) ۱۳۹ وَاطِيعُوْنَ ۱۴۰ (نوح) ۱۴۱ فَكَيْدُوْنَ ۱۴۲
 (مرسلّت) ۱۴۳ الْجَوَارِ (نکویر) ۱۴۴ اٰیْسِرِ ۱۴۵ بِالْوَادِ
 ۱۴۶ اَلْكَرْمَنِ ۱۴۷ اَهَانِی (فجر) ۱۴۸ اَوَّلٰی دِیْنِ (کفرون)
 فائدہ : ابو بکرؓ فرماتے ہیں کہ اس پر تمام قرآن متفق ہیں کہ ان
 سب کلمات میں یا مرسوم نہیں ہے، اور اگر ان پر وقف کیا جائے تو
 یا کے بغیر ہوگا، البتہ عشرہ میں سے جو حضرات ان سب کو یا بعض کو
 حالین میں یا صرف وقفاً ثابت رکھتے ہیں۔ ان کے ہاں یا ہی پر وقف

ہوگا (اور تفصیل تکمیل الاجرنی السکت العشر میں ملے گی) اور ان کے ماسوا میں یا لکھی ہوئی بھی ہے: اور وہ بھی یا ہی پر ہوتا ہے۔

علامہ دانیؒ فرماتے ہیں کہ ابن اثباریؒ سے پانچ یا آت محذوف پھوٹ گئی ہیں۔ حالانکہ ان کے حذف پر بھی اسی طرح اجماع منعقد ہے جس طرح کہ مذکورہ بالا یا آت کے حذف پر ہے اور وہ یہ ہیں۔

(۱۶) عَلَّمَ بِاللَّوَادِ ط (پ) عَلَّمَ بِاللَّوَادِ قَصَصِ (پ) عَلَّمَ بِاللَّوَادِ لَوْعَتِ (پ) عَلَّمَ سَيِّدِينَ شَعْرًا (پ) عَلَّمَ يُنَادِ ق (پ) اور یعقوبؒ کی قرآنہ کی رو سے عَلَّمَ وَمَنْ يُؤْتِ الْحِكْمَةَ بقرہ ع ۳ بھی اسی طرح ہے اور مَنْ يَتَّقِ يَوْسُفَ (پ) میں یا کا حذف جازم کی بنا پر ہے، اس لیے وہ اس قسم میں شامل نہیں۔

(ابن اثباریؒ فرماتے ہیں کہ جو اسم منادی یا متکلم کی طرف مضاف ہو اس کی یا کے حذف پر بھی اجماع ہے۔ جیسے يُعْبَادِ فَاتَّقُونَ: يُقْوِرْ وَغَيْرِہ لیکن دو جگہ یا ثابت ہے عَلَّ يُعْبَادِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوا عَنْکِبُوتِ (پ) عَلَّ يُعْبَادِی الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا زمر (پ) اور زخرف (پ) والے يُعْبَادِ لَا خَوْفٌ میں مصاحف کا اختلاف ہے۔ اہل مدینہ و شام کے قرآنوں میں یا سے اور اہل عراق کے قرآنوں میں یا کے بغیر ہے سیدنا یزیدؒ کا امام ابو عمرو بصریؒ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے اس کو اہل مدینہ و اہل حجاز کے مصاحف میں یا کے ساتھ دیکھا ہے اور سیدنا یزیدؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے مصاحف میں یا کے

عاصم محمد ریٰ فرماتے ہیں کہ لفظ ابراہیم بقرہ میں یاء کے بغیر اور باقی سب جگہ یا کے ساتھ ہے اور ہمارے عام مصاحف میں الفِہم میں بھی یا مرسوم نہیں ہے۔

(ابو عمروؒ فرماتے ہیں کہ جس اسم مجرور یا مرفوع کے آخر میں یاء ہو۔ اور اس میں تنوین آجائے اس میں باتفاق مصاحف یا مرسوم نہیں ہوتی جیسے عَذْرَبَاغٍ : عَادٍ : هَادٍ : ذَاقٍ : ذَالٍ : وغیرہ : ابن انباریؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے تمام مصاحف میں اس کو اسی طرح پایا ہے اور اس قسم کے تین کلمات ہیں جو شیفتا لیس جگہ آئے ہیں۔ اور

وہ یہ ہیں۔ ۱۔ عَلَا بَاغ ۲۔ عَادِ بَقْرہ (ع) ۳۔ وَانْعَام (ع) ۴۔ وَنَحْل (ع) ۵۔
۶۔ مُوَصِّ بَقْرہ (ع) ۷۔ شَرَاهِن بَقْرہ (ع) ۸۔ وَنَسَار (ع) ۹۔ حَام
مائدہ (ع) ۱۰۔ لَذَاتِ انْعَام (ع) ۱۱۔ وَغَنَکُوت (ع) ۱۲۔ غَوَاشِ عِ
آبِ اَعْرَاف (ع) ۱۳۔ هَادِ تَوْبہ (ع) ۱۴۔ لَعَالِ یونس (ع) ۱۵۔
عَلَا نَاجِ یوسف (ع) ۱۶۔ هَادِ پَانچ جگہ رعد (ع) ۱۷۔ وَزمر (ع)
۱۸۔ وَغَافِر (ع) ۱۹۔ ذَا قِ تین جگہ رعد (ع) ۲۰۔ دَاوُدِ غَافِر (ع)
۲۱۔ اَبِیکَ مُسْتَحْفِ رعد (ع) ۲۲۔ ذَا اِبْرِیْم (ع)
۲۳۔ شَعْرَا (ع) ۲۴۔ بَاقِ اَمُفْتَرِ نَحْل (ع) ۲۵۔ لَیَالِ تین جگہ مریم و حاقہ
ع اور والفجر میں ۲۶۔ قَاصِ ظہر (ع) ۲۷۔ نَزَانِ نور (ع) ۲۸۔ جَانِ
لَقْمِن (ع) ۲۹۔ بَکَافِ زمر (ع) ۳۰۔ مُعْتَدِ تین جگہ ق (ع) ۳۱۔ وَن
نعت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

(۲۵) وَتَطْفِيفٌ ۲۵ فَإِنْ ۲۶ اِنْ ۲۷ ذَانِ ۲۸ رَحْمٰنٍ ۲۹ (۲۸) ۳۰
 ۳۱ مُهْتَدٍ ۳۲ حَدِيدٍ ۳۳ (۳۴) ۳۵ مَلِكٍ ۳۶ حَاقٍ ۳۷ (۳۸) ۳۹ رَاقٍ ۴۰ قِيمَةٍ
 (۴۱) ۴۲ میں : اور ان میں سے هَادٍ : ذَالٍ : بَاقٍ : ذَاقٍ میں مکی
 کی قراءۃ پر یا سے اور باقی موقعوں میں یا کے بغیر وقف ہے۔ اور باقی
 سب کے لیے سب ہی جگہ یا کے بغیر وقف ہے۔

فصل (۲) اَنْصِيَا اَتَمَّ كِبْيَانُهُ جَوَاصِلُهُ كِي بِنَاءِ پُرِ سَمِ مِثْلِ ثَابِتِ ہُو

واضح ہو کہ جو یا لام کلمہ ہو یا مضاف الیہ ہو یا مفعول واقع ہو۔
 وہ تمام مصاحف میں مندرجہ ذیل چالیس جگہ رسمًا ثابت رکھی گئی ہے۔
 ۱. وَ اَخْشَوْنِي وَلَا تَمَرَّ ۱ (۲) يَٰٓاَتِي بِالسَّيِّئِ ۳ (بقرہ) ۴
 ۵ فَاتَّبِعُونِي ۶ (آل عمران) ۷ لَنْ لَّمْ يَهْدِنِي رَبِّي ۸
 ۹ اَتَّخِذُوكُنِي ۱۰ (۱۱) يَوْمَ يَٰٓاَتِي بَعْضُ ۱۲ هَدَانِي رَبِّي ۱۳
 (انعام) ۱۴ يَوْمَ يَٰٓاَتِي تَاوِيلُهُ ۱۵ لَنْ تَرَانِي غَافِسُونَ
 تَرَانِي ۱۶ اَسْتَغْفِرُونِي ۱۷ يَقْتُلُونَنِي ۱۸ (۱۹) فَهُوَ
 الْمُهْتَدِي ۲۰ (اعراف) ۲۱ اَفَلَيْدُونِي جَمِيعًا ۲۲ (ہود)
 ۲۳ اَمَّا نَبِيٍّ ۲۴ وَمِنْ اَتَّبَعْنِي ۲۵ (يوسف) ۲۶ فَلَا تَلُومُونِي
 ۲۷ اَمَّا فَنَنْ تَبِعْنِي ۲۸ (ابراہیم) ۲۹ اَبَشَّرْتُمُونِي ۳۰ (۳۱) مِنْ
 الْمَشَانِي ۳۲ (حجر) ۳۳ يَوْمَ تَأْتِي ۳۴ (نحل) ۳۵ وَقُلْ
 لِعِبَادِي ۳۶ (بنی اسرائیل) ۳۷ فَإِنْ اَتَّبَعْتَنِي ۳۸ فَلَا تَسْأَلْنِي

ع (کف) ۲۵ فَاتَّبِعْنِي ۴ (مریم) ۲۶ بِعِبَادِي ۳ ع ۲۷
 فَاتَّبِعُونِي ۴ ع (طہ) ۲۸ اَلْزَّانِي ۴ ع ۲۹ يَعْجُدُ وَنَسِي ۳ ع (نور)
 ۳۰ اَنْ يَّهْدِيَنِي ۴ ع (قصص) ۳۱ وَاَنْ اَعْبُدَ فِي ۴ ع (یس) ۳۲ اُولِ
 الْاَيْدِي ۳ ع (ص) ۳۳ يَتَّقِي ۴ ع ۳۴ هَدَانِي ۴ ع (زمر) ۳۵
 بِعِبَادِي ۴ ع (وُحان) ۳۶ بِالنَّوَافِي ۴ ع (رحمن) ۳۷ لِمَ تُوذُّوَنِي
 ۳۸ يَاقِي ۲ مِنْ ۲ بَعْدِي : ۴ ع (صف) ۳۹ اخَذْتَنِي ۴ ع (منفقون)
 ۴۰ فِي عَبْدِي (فجر)

ابو عمرو فرماتے ہیں کہ جن یا آت میں اشتباہ ہوتا ہے اور وہ رسم میں
 باجماع مصاحف اور تلاوت میں باجماع قرار ثابت ہیں۔ وہ یہی چالیس
 ہیں اور انہی کے مثل ہندی اَلْعُمِّي (نمل)۔ اَبَاوِي (یوسف)۔
 دُعَاءِي نوح وغیرہ بھی ہیں۔

جو یاد ساکنہ کسی کلمہ کے آخر میں ہو اور اس کے بعد
فصل (۳) : والے کلمہ کے شروع میں بھی کوئی ساکن حرف
 ہو اس یلو کو تلاوت میں محذوف اور رسم میں ثابت رکھتے ہیں۔ جیسے
 يُؤْتِي الْحِكْمَةَ بقرہ (۴) تُغْنِي الْاَيُّتُ يونس (۵) اُوْفِي الْكَيْلِ
 يوسف (۶) اور وَذِي الْقُرْبَىٰ وغیرہ لیکن ایسے یا آت کے حذف
 پر تمام مصاحف متفق ہیں اور ان کا ذکر فصل ۷ میں آچکا ہے : اور
 ان پر عا تا ع ۱۹ نمبرات بھی لگے ہوئے ہیں۔

فصل ۲: وہ یاآت جو رسم میں زائد آتی ہیں اور تلاوت میں نہیں آتیں

واضح کہ نو جگہ یا زیادہ کی گئی ہے عا و عا آفائین (آل عمران ۶۷) و انبیاء ۶۸) اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان میں الف زائد اور ہمزه خلاف قیاس یا کی صورت میں ہو۔ یعنی آفائین (نشر) عا من تباہی المرسلین (انعام ۶۸) اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس میں الف زائد اور یا ہمزه کی صورت ہو یعنی من تباہی کیونکہ ہمزه مضمومہ والانبؤا بالاتفاق بصورت واو ہے پس مفسورہ کا اس کی نظیر پر حمل کرنا اولیٰ و صحیح تر ہے عا تلقائی نفسی یونس ۶۵ و ایتائی نحل ۶۹ عا و من ایتائی طہ ۶۷ عا من ورائی حجاب شوری ۶۵ عا یباید ذریت ۶۷ عا بایکم قلم ۶۸۔ اور ان دو میں اس کا بھی امکان ہے کہ یہ الف زائد اور یا ہمزه کی صورت ہو مائتہ کی طرح: پس ان میں ہمزه مبتدئہ کو مراد وصل اور تنزیل مبتدئہ منزلة المتوسطہ کی بنا پر بصورت یا لکھا گیا ہے۔ یعنی یباید: یا ایتکم - (نشر کبیر)

اور غازی بن قیس نے اپنی کتاب میں روم والے عا بلقائی ربہم اور عا و لقای الاخرۃ ان دو کو زیادہ کیا ہے۔ اور میں نے اہل مدینہ و اہل عراق کے قرآنوں میں عا ملائہ اور ملائہم کو تمام قرآنوں میں یا کے ساتھ دیکھا ہے (اور اس

زمانہ کے تمام قرآنوں میں جو اَلْحَمْدُ السَّجْدَہ والے بِلْقَاءِ رَبِّہُمْ میں بھی یا مرسوم ہے وہ بے اصل ہے، اسی طرح عَلَّیْہِ سَلَامٌ میں بھی شامی کی قراۃ کی رُو سے یا زائد ہے۔

فصل ۵: ان آیات کا بین جن کو اختصار کی بناء پر حذف کیا گیا ہے یا کسی علت کی بناء پر ثابت رکھا گیا ہے:

ع۔ کسی کلمہ کی دُویا آت میں سے اگر ایک جمع کی علامت ہو تو ان میں سے ایک محذوف ہوگی جیسے النَّبِیْنَ، الرَّسُلِیْنَ، سَائِرِیْنَ وغیرہ؛ لیکن ایک جگہ عَلَیْہِیْنَ (تطفیف) میں دونوں ثابت ہیں۔

ع۔ جو ہمزہ قاعدہ کے لحاظ سے یا کی صورت میں مرسوم ہونا چاہئے تھا اگر اس ہمزہ کے بعد ایک اور آیا آجائے تو ہمزہ والی یا محذوف ہوگی جیسے مُتَنَكِّیْنَ، مُخْصِیْنَ وغیرہ؛ اسی طرح دَرَاۓا مَرِیْمَ ع میں ہمزہ والی یا مرسوم نہیں ہے۔ اور ایسا یہ ایک ہی کلمہ ہے جس میں ہمزہ ساکنہ ماقبل مکسور یا کی صورت میں مرسوم نہیں ہے (اور ہمارے عام مصاحف میں بَبَیْسِیْ اور یَیْسِیْ اور یَیْسُوْا جو دُویا کے ساتھ ہیں اس قاعدہ کے خلاف ہیں) اور اگر دوسری یا کے بعد ضمیر متصل آجاو جیسے اَفْعِیْنَا، یُحْیِیْکُمْ، یُحْیِیْہَا، یُحْیِیْنَ وغیرہ تو باوجودیکہ دُویا آت کا جمع ہونا ناپسندیدہ ہے۔ لیکن اس صورت میں باجماع مصاحف دونوں یا آت مرسوم ہوتی ہیں۔ اور اگر ضمیر متصل

نہ ہو بلکہ یا آخر میں ہو چاہے وہ یا اصل میں ہو یا مضاف الیہ ہو تو میں نے مدنی اور عراقی قرآنوں میں ان سب کلمات کو ایک ہی یا کے ساتھ پایا ہے جیسے لَا یَسْتَحِیْ یُحِیْ : وَ لَیْ : اسی طرح وَ لَیْ غُثَّی اللّٰهُ (اعراف ۶۸) اور لَنْحِیْ غُثَّیْ (فرقان ۶) اور اَنْ یُّحِیْ الْمَوْتِ (احقاف ۲۸) وغیرہ یہ تینوں بھی ایک ہی یا کے ساتھ ہیں۔

تیسرا حصہ

واؤ کے حذف و اثبات کے بیان میں

اور اس میں تین فصلیں ہیں

فصل ۱: کو کافی سمجھ کر حذف کی گئی ہے۔

ابن اثباریؒ فرماتے ہیں کہ چار افعال مرفوعہ کی واؤ مرسوم نہیں ہے اور وہ یہ ہیں۔ عَادَیْدُعُ الْاِنْسَانُ : عَادَیْبَعُ اللّٰهُ الْبَاطِلُ عَادَیْدُعُ الدَّاعِ عَادَیْبَعُ الزَّبَانِیْہِ ابو عمروؒ فرماتے ہیں کہ ان مواقع میں واؤ کے ساتھ حذف ہونے پر تمام مصاحف متفق ہیں۔ اور ایسے ہی وَصَّالُ الْمُؤْمِنِیْنَ (تحریم) میں حاک کے بعد والے واؤ کے حذف پر اجماع ہے۔ یہ اس صورت میں ہے کہ وَصَّالُہِ کی اصل صَلَّحُوْا مَآئِنِہِ جمع سے جیسا کہ بعض مفسرین کی رائے میں ہے اور اگر اس کو مفرد قرار دیں تو پھر یہ اس باب ہی سے

نہیں اور نَسُوا اللہ کی واؤ کی بابت جو کہا جاتا ہے کہ فرّا سے اس کے واؤ کا حذف بھی منقول ہے سو یہ ناقل کی غلطی ہے۔ کیوں کہ کسی مصنف سے بھی اس کی تائید نہیں ہوتی۔

فصل : (۲) جس کلمہ میں دو واؤ ہوں خواہ دونوں بنا کی ہوں یا ان میں سے ایک بنا کی اور دوسری صورت ہمزہ ہو یا جمع کے لیے لائی گئی ہو یا تین واؤ ہوں ان میں سے ایک ہی واؤ مرسوم ہوگی۔ جیسے دَا دُ اور دِرِی (ان میں دونوں واؤ بنائی ہیں) عِ تُوئی (اس میں پہلا واؤ صورت ہمزہ کا اور دوسرا بنائی ہے) عِ یٰکُون اور اَلْغَاوَن (ان میں پہلا اصلی اور دوسرا جمع کا ہے) عِ اَلْمَوْءَدَّۃ (اس میں اول اصلی: ثانی صورت ہمزہ اور ثالث بنائی علامت مفعول ہے) عِ لَیْسُوْءَا (جمع اس میں پہلا بنائی اصلی دوسرا صورت ہمزہ اور تیسرا جمع کا ہے)

اور امام شاطبیؒ نے رائیہ میں دو واؤ کی مثالوں میں مَنْسُوْلًا کو بھی ذکر کیا جس پر امام نشر نے شدید نکیر کی ہے کہ اس میں تو ہمزہ ساکن صحیح کے بعد ہونے کی وجہ سے بے صورت ہے۔ پس دو واؤ کا اجتماع نہ ہوا۔ پس اس کو ان مثالوں میں ذکر کرنا تعجب خیز بات ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح یہ قاعدہ ہے کہ ہمزہ ساکن صحیح کے بعد بے صورت ہوتا ہے اسی طرح اس کے قواعد میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کبھی ہمزہ کو خود اس کی حرکت کے موافق بھی لکھتے ہیں کُوْءُ تَرْتُّھُھ

وغیرہ میں واؤ کی اور سُئِلَ وغیرہ میں یا کی اور سَأَلَ اور النَّشْأَةُ اور
يَسْأَلُونَ (احزاب) اور شَطَا (فتحنا) میں الف کی شکل میں ہے
سو اس اعتبار سے مَسْئُولًا کا ہمزہ واؤ ہی کی شکل میں ہونا چاہیے تھا
جو تماشل کی بنا پر حذف ہو گیا: پس امام شاطبیؒ کا اس کو تماشل کی مثالوں
میں ذکر فرمانا اسی اعتبار سے ہے نہ یہ کہ نعوذ باللہ آپ کو ذہول ہو گیا
اور آپ غلطی کے مرتکب ہو گئے؛ کیونکہ یہ تو تصور میں بھی نہیں آ سکتا ہے
کہ اتنے بڑے جلیل القدر امام کے ذہن میں یہ بات نہ ہو جو امام شرنی
بیان فرمائی ہے: اس لیے کہ یہ کوئی ایسی دقیق بات نہیں ہے جس کی طرف
موصوف کا ذہن منتقل نہ ہوا ہو۔ واللہ اعلم بالصواب: اللہم اغفر
وارحمہ و ارفع درجاتہ وارزقنا اتباعہ امین یا رب العالمین
بجاء حسید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

فصل (۳): ان کلمات کبایات جن میں واؤ زیادہ کیا گیا ہے:

(الف) قرآن کے لکھنے والوں نے چار کلمات میں سب جگہ اور
چار میں متفرق مقامات میں الف کو بصورت واؤ لکھا ہے۔
اول چار کلمات یہ ہیں الصَّلَاةُ: الزَّكَاةُ: الْحَيَاةُ ال کے ساتھ
ہوں خواہ اس کے بغیر۔ لیکن شرط یہ ہے کہ مضاف نہ ہوں اور الزَّكَاةُ
چاروں تمام قرآن شریف میں واؤ کے ساتھ آئے ہیں۔ لیکن اگر صَلَاةُ
ضمیر کی طرف مضاف ہو کر آئے جیسے وَلَا تَجْهَرُوا بِصَلَاتِكُمْ: عَلَى
صَلَاتِهِمْ وغیرہ تو بغیر واؤ کے (الف کے ساتھ) آتا ہے۔ البتہ تین

مواقع عِلَّاتٍ صَلَوَاتِكَ تَوْبَهُ (ع) عِلَّاتٍ صَلَوَاتِكَ (ہود ع) عِلَّاتٍ صَلَوَاتِهِمْ (مؤمنون ع) میں عراقی قرآنوں میں واؤ پایا گیا ہے (اور آج کل بھی اسی پر عمل ہے)

اسی طرح حیاتنا سب جگہ اور حیاتنا کھ (احقاف ع) اور (حیاتی) (فجر) بھی بغیر واؤ کے بشکل الف ہیں۔ اور بعض عراقی قرآنوں میں واؤ اور الف دونوں ہی کے بغیر ہیں۔

اور مِنْ رَبِّا (روم ع) میں اختلاف ہے: بعض میں واؤ سے اور بعض میں الف سے ہے: (اور اس زمانہ میں عمل الف پر ہے) اور بِالْغَدَاةِ میں دوؤں جگہ باتفاق مصاحف داؤ ہے: اور متفرق طور پر حن میں واؤ زیادہ ہے: وہ یہ ہیں عِلَّاتٍ سَأُورِيكُمْ (اعراف ع) و انبیاء ع) اس میں ہمزہ کے بعد اکثر قرآنوں میں داؤ پایا گیا ہے۔ عِلَّاتٍ وَلَا صَلَّيْنَاكُمْ (طہ و شعرا ع) ان میں اختلاف ہے کہ بعض میں ہمزہ کے بعد واؤ ہے اور بعض میں نہیں ہے۔ البتہ اعراف ع) والے: ثُمَّ لَا صَلَّيْنَاكُمْ میں باتفاق داؤ نہیں ہے۔ محمد بن عیسیٰ فرماتے ہیں کہ طہ و شعرا والے واؤ سے ہیں۔

اور صاحبِ نشر کے یہاں مختار یہ ہے کہ ان دونوں کلموں میں چاروں جگہ الف زائد اور ہمزہ بصورتِ واؤ ہے لَا اَذْبَحْنَهُ کی طرح یعنی سَأُورِيكُمْ: وَلَا صَلَّيْنَاكُمْ پس ان میں ہمزہ کو مراد وصل کی بنا پر واؤ کی شکل میں لکھا گیا ہے تاکہ تخفیف پر تنبیہ ہو جائے ان میں

تسبیل بین الہمزہ والواو ہے نہ کہ بین الہمزہ والالف واللہ اعلم۔

(ب) نَبَّؤْا ابن علیسی فرماتے ہیں کہ نَبَّؤْا الَّذِینَ (ابراہیم ع)
نَبَّؤْا عَظِیْمٌ (ص ع) اور نَبَّؤْا الَّذِینَ (تغابن ع) میں اور جس جگہ
بھی اس کے ہمزہ کا پیش ہو سو اسے نَبَّؤْا الَّذِینَ (توبہ ع) کے بشکل
واو ہی ہے: اور نَبَّؤْا الْخُصْمِ (ص ع) بعض مصاحف میں واو کے
بغیر ہے۔ (لیکن اس پر عمل نہیں) (نشر) ابو عمرو فرماتے ہیں کہ قرآنوں
کے لکھنے والوں نے تَفْتِیْؤْا (یوسف ع) یَتَفَتِیْؤْا (نحل ع) اَتُوْکُوْا
لَا تَقْطَعُوْا (طہ ع) وَیَدْرُوْا (نور ع) یَعْبُوْا (فرقان ع) اور
یَبْدُوْا الْخَلْقَ ہر جگہ یُنْشِئُوْا (زخرف ع) یُنْبِئُوْا (قیمہ ع) سب
کے سب کو واو اور الف کے ساتھ لکھا ہے: اور اہل عراق کے
مصاحف میں میں نے بہت ہی تلاش کیا لیکن کسی میں بھی اس کے
خلاف نہیں پایا اور رائیہ کی رو سے یُنْشِئُوْا اور یُنْبِئُوْا مدنی
اور شامی مصاحف میں واو کے بغیر الف کی صورت میں ہیں۔

ابن علیسی اصباحی فرماتے ہیں کہ قرآن لکھنے والوں نے اَلْمَلٰٓئِکَہُ
چار جگہ یعنی مومنوں کے پہلے کو جو ع میں ہے اور نمل کے تینوں کو جو
(ع) وَہِ ع) میں اور جَزَوُا الَّذِینَ (مائدہ ع) جَزَوُا الظَّالِمِیْنَ (مائدہ
ع) وَحُشِرَ ع) اور جَزَوُا الْمُحْسِنِیْنَ بخلف (زمر ع) وَجَزَوُا
سَیِّئَہِ (شوری ع) اور مصاحف اہل عراق میں جَزَوُا الْحُسْنٰی
(کف ع) (صحب و یعقوب کے بغیر کی قراۃ کی رو سے): اور

جَزَوْا مِّن تَزَكَّى : (طہارۃ) واؤ اور الف کے ساتھ ہے۔ نیز فرماتا ہے
ہیں شَرَكُوا (انعام) و شورعی (ع) میں اور اَنْبَلُوا اَمَّا كَانُوا دُجْجَةً
(انعام و شعرا) میں) واؤ اور الف کے ساتھ ہے۔ اور نشر و اتحاف
میں اَنْبَلُوا میں دو نوں جگہ خُلف بتایا ہے لیکن ہمارے مصاحف میں
اُسی پر عمل ہے جو پہلے درج ہوا۔

سیدنا ابو عمروؒ فرماتے ہیں کہ مصاحف اہل عراق میں عَلَّمُوا
بَنِي إِسْرَءِيلَ (شعرا) اور مِنْ عِبَادِهِ الْعَلَمُوا (فاطر) میں
واؤ اور الف کے ساتھ آیا ہے اور ہجاء السنہ میں بھی اسی طرح ہے
اور نشر و اتحاف میں ان دو نوں میں بھی خُلف بتایا ہے لیکن
عمل واؤ مع الف ہی پر ہے۔

الضَّعْفُ : الف لام والا ہمزہ کے پیش سے دو نوں جگہ
(ابراہیم) و مؤمن (ع) اور نَشُوا صرف ایک جگہ فی اَمْوَالِنَا
مَا نَشُوا (ہود) اور دَعُوا صرف ایک جگہ دَعُوا الْكَافِرِينَ
مؤمن (ع) میں اور شَفَعُوا بھی صرف ایک جگہ : شَرَكَا لَهُمْ
شَفَعُوا : روم (ع) میں اور اَنْبَلُوا الف لام والا اور اَنْ کے
بغیر یعنی اَنْبَلُوا الْمُبِينُ صَفَّتْ (ع) اور بَلَّوْا مُبِينٌ دُخَانٌ (ع)
میں واؤ اور الف کے ساتھ ہے اور ہمارے عام مصاحف میں اَنْبَلُوا
الذِّبَا (صرف ماندہ) بھی واؤ اور الف کے ساتھ ہے راۓ میں اس میں
خُلف بتایا ہے کہ اکثر میں واؤ مع الف سے ہے اور بعض میں الف

کے اثبات سے ہے اور ہمزہ بے صورت ہے لیکن نشر و تحاف میں اَبْنُو
کو نہ تو اجماعی داؤ والے کلمات میں بتایا ہے اور نہ اختلافی کلمات میں جس
سے یہ نکلتا ہے کہ اس کا ہمزہ حسب قاعدہ بالاجماع بے صورت ہی ہے
اور ممکن ہے کہ ان دو دونوں حضرات نے صرف اسی ایک قول کو لیا ہو جس
کی رو سے اس کا ہمزہ بے صورت اور اس سے پہلے پہلا الف ثابت ہے

ابو عمرو فرماتے ہیں کہ باتفاق مصاحف بُرْعَاؤُا
..... (متحنہ ع) میں واؤ اور الف اور اَوْنِبْتُکُمْ (آل عمران ع)
میں ہمزہ کے بعد صرف واؤ زیادہ کیا گیا ہے۔ اور بُرْعَاؤُا میں را
کے بعد والا الف بھی رسماً محذوف ہے۔ اور اَوْنِبْتُکُمْ کے ہم شکلوں
(عُ اُنْزِلَ ؕ اَلْقِیَ) میں کسی قرآن میں بھی واؤ مرسوم نہیں۔

جن اسماء و افعال کا آخری واؤ الف سے بدل گیا ہے وہ سب کے
سب باتفاق مصاحف الف ہی کے ساتھ مرسوم ہیں۔ کیونکہ ان میں اِمالہ
ممتنع ہے جیسے الصَّفَا : سَنَا بَرْقِه : شَفَا : دَعَا : بَدَا : اِنْجَا :
وغیرہ لیکن گیارہ کلمات یا کی صورت میں مرسوم ہیں۔ اور وہ یہ ہیں :-
عَاوَعَا ضَحَّى (اعراف ع) و طَارِعَا (عَمَّا ذُکِی (نور ع)
عَا ضَحَّهَا دُونوں عَا دَحَّهَا (نزع ع) عَا ضَحَّهَا
عَا تَلَّهَا عَا طَحَّهَا (شمس) عَا الْقَوٰی (نجم ع) عَا الضُّحٰی
عَا سَجٰی (سورہ الضحٰی)۔

قائدہ : مندرجہ ذیل پندرہ کلمات میں واؤ زائد ہے : (۱) الْحَيٰوةُ

(۲) الصَّلَاةُ (۳) الزَّكَاةُ (۴) كَيْشْكُوتَةُ (۵) الرِّبَا
 (۶) النِّجْوَةُ (۷) اُولَئِكَ : هُمْ اُولَآءِ (۸) اُولَآءِكُمْ (۹)
 اُولِی (۱۰) اُولُو (۱۱) اُولَاتِ (۱۲) سَاوَرِیْكُمْ : (۱۳)
 وَلَا وَصَلَبَّتْكُمْ (۱۴) وَمَنْوَةُ (۱۵) بِالْغَدَاةِ وَتَوْنُوجُكُمْ

چوتھا حصہ

ہمزہ کے قواعد و احکام کے بیان میں

اس میں سات فصلیں ہیں
فصل (۱) جاننا چاہیئے کہ ہمزہ دو طرح کا ہوتا ہے۔ ساکنہ۔ متحرکہ۔
(۱) ساکنہ کے احکام | ہمزہ ساکنہ کلمہ کے شروع میں تو آہی نہیں سکتا: البتہ درمیان و

آخر میں آتا ہے۔ پس اس کے متعلق صرف اتنا یاد رکھیں کہ ہمزہ ساکنہ اپنے سے پہلے حرف کی حرکت کے مطابق مرسوم ہوتا ہے: پس اگر اس سے پہلے حرف پُر زبر ہو تو الف کی صورت میں جیسے: الْبَاسُ کَاسًا: اِنْ نَّشَأْ وَغَیْرَہ (لیکن فَاذْرَعُوْهُمْ) (بقرہ ۷) اور اکثر مصاحف کی رو سے هَلِ اَمْتَلْتُ (ق ۷) میں بے صورت ہے: اور ابو داؤد کی تنزیل کی رو سے اِسْتَجْرَہ: اِسْتَجَرْتُ: یَسْتَجِرُوْنَ میں

بھی ہمزہ بے صورت ہے لیکن اس پر عمل نہیں کیا جاتا۔ سنّت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

۲ اور اگر پہلے حرف پر زبر ہو تو یا کی صورت میں جیسے : جِئَتْ
 شِئَتْ : نَبِئَتْ وغیرہ (اور اَرْجِعْہِیں دُونوں جگہ نَفَرٌ و یَعْقُوبٌ
 کی اور طِبَّہ کی رُو سے شعبہ کی دوسری وجہ کے اعتبار سے) اور دِرْعِیَا
 (مریم علیہا السلام) دُونوں میں شمول و تماثل کی بنا پر بے صورت ہے۔) اور
 غازی بن قیس کی کتاب ہجاء السنہ کی رُو سے مدنی قرآن میں اور سخاوی
 کی وسیلہ سے شامی قرآن میں وَهَيْتٌ اور وَهَيْتٌ (اور حمزہ کی قراءۃ
 کی رُو سے السَّيِّئِ (فاطر تینوں) میں ہمزہ یا کے بجائے الف کی
 شکل میں ہے۔

اور دانی اور شاطبی کی رائے پر تینوں دَوَّیاؤں سے ہیں۔ اول
 دویاؤں کا تحمل اس بنا پر کر لیا گیا ہے کہ ان کی صورت مختلف و متفاو
 ہے۔ (نثر المرجان)

۳ اور اگر پہلے حرف پر پیش ہو تو واؤ کی صورت میں لکھا جاتا ہے
 جیسے الْمُؤْمِنُونَ وغیرہ البتہ وَتَوَّحَّى : تَوَّيَّہ میں تماثل و شمول کی اور
 الرُّؤْيَا جس طرح بھی آئے (رُؤْيَاكَ : مُرْعِيَا : وغیرہ) ان میں
 شمول کی بنا پر بے صورت ہے۔

ابو عمرو فرماتے ہیں : کہ بعض کلمات ایسے ہیں کہ جن میں ہمزہ
 بصورت واؤ ہونا چاہیے تھا۔ لیکن اُس ہمزہ کی تخفیف پر دلالت کرنے
 کے لیے واؤ کو رسم سے حذف کر دیا ہے اور وہ یہ ہیں : - عا
 الرُّؤْيَا : رُؤْيَاكَ : مُرْعِيَا : جہاں بھی آئیں عا تَوَّحَّى :

تَوْبِيْہِ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ ان کلمات کے سوا اور کوئی کلمہ بھی ایسا معلوم نہیں جس سے پہلے ضمہ ہو اور وہ ہمزہ واؤ کی شکل میں مرسوم نہ ہو (یعنی ان چار کلمات کے سوا اور تمام کلمات میں ضمہ کے بعد ہمزہ ساکنہ جس جگہ بھی آیا ہے واؤ ہی کی صورت میں ہے)۔

(۲) متحرک کے احکام

اگر ہمزہ متحرک ہو تو ہر جگہ آسکتا ہے
بندۃ - متوسطہ - متطرفہ - اور

تفصیل یہ ہے۔

کلمہ کے شروع والے ہمزہ کی صورت

(۱) اگر ہمزہ کلمہ کے شروع میں آئے

تو الف کی صورت میں لکھا جاتا ہے جیسے اَمَرَ : اَبٰی : اِسْحَقُ
اِسْلَعِيْلَ : اُنْزِلَ : وغیرہ۔

(ب) اسی طرح اگر ہمزہ ابتدائیہ سے پہلے کوئی زائد حرف آجائے تب بھی شکل الف ہی مرسوم ہوتا ہے جیسے لِبَاہَامِ : فَلَا مَبَ :
سَانْزِلُ : سَامْصِرْتُ : وغیرہ۔

اور بعض مواقع میں اس زائد حرف کو اصلی کے مرتبہ میں سمجھ کر اس ہمزہ میں درمیان والے ہمزہ کے احکام بھی جاری کر دیتے ہیں۔
جیسے هُوَ لَاؤ : اِدْرِيْبُكُوْمَ : اَوْنَبِّئُكُمُ : اَلْاَمْرَانِ (۲)
میں بسورت واؤ اور اَبِّئُكُمُ : اِنْعَامُ ع : نَمْلُ ع : عَنكَبُوتِ
ع : فَصْلَتِ ع : اَيُّنَا : نَمْلُ ع : صَفَّتِ ع : اَيُّنَا لَنَا
وہات کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

(شعرا۱) اَسَدًا (واقعہ ۲) اَئِنَّ ذُكِرْتُمْ (لِیس ۳) اَنفُكًا
(سُفْتُ ۴) اور لِعَلَّا : لَعِنَ : یَوْمَعِنَ : اور حِیْنَعِنَ
یا کی صورت میں ہیں :

ع۱ اَفَاِئِنَّ قَاتَ : (آل عمران) اَفَاِئِنَّ قَاتَ (انبیاء) بِأَعْيَدِ
(ذُریت) اور بِأَعْيَتِكُمْ (ن) اُس قول کی بناء پر جس کی رُو سے
ان میں الف زائد ہے۔ اور ہمزہ یا کی صورت میں ہے۔

ع۲ بعض ناقلین کی روایت پر بِأَعْيَةٍ اور بِأَعْيَتِ میں بعض
عراقی میں اور سخاوی کی وسیلہ کی رُو سے عراقی اور شامی قرآنوں میں الف
کے بعد دو یا ہیں۔

ع۳ سَاوُہُ نِکْمُ اور وِلَاؤُ صَلَبَتُکُمْ (ظہ و شعرا) میں اُن حضرات
کے قول پر بشکل داوہے جو ان میں الف کو زائد بتاتے ہیں۔

(ج) ہمزہ وصلی ابتدائیہ ہونے کی وجہ سے ہر جگہ الف کی صورت
میں لکھا جاتا ہے لیکن اُن پانچ قسموں میں ہر جگہ محذوف ہوتا ہے۔
جن کی تفصیل اسی چوتھے حصہ کی فصل میں آرہی ہے۔

(ح) اصْحَبُ لُعَيْكَةِ (شعرا اور ص) میں بھی لام سے پہلا ہمزہ
وصلی و نیز اس کے بعد والا ہمزہ قطعی دونوں شمول کی بناء پر محذوف
ہیں :-

(کا) اَلْطَّنِ میں جن کے سوا باقی پانچ جگہ اَن کے ہمزہ
مبتدئہ کو متوسط قرار دے کر حذف کر دیا ہے : جیسا کہ پہلے حصہ

کی فصل میں گذرا ۔

ہمزہ متحرکہ متوسطہ (درمیان والا) جس کا ماقبل بھی متحرک ہو اسکی صورتیں

عنا ہمزہ متحرکہ اگر زبر والا ہو : اور اس سے پہلے حرف پر بھی زبر ہو : یا عا و عا ہمزہ زبر والا ہو اور اس سے پہلے حرف پر زبر یا پیش ہو عا یا ہمزہ پیش والا ہو اور اس سے پہلے حرف پر زبر ہو ان چاروں صورتوں میں ہمزہ اپنی حرکت کے مطابق لکھا جاتا ہے :-
چنانچہ (۱) زبر کے بعد زبر والا الف کی شکل میں ہوتا ہے ۔ جیسے
سَال : سَالَتْهُ : لیکن الْمُنْشَتْ (رحمن) میں یا کی صورت میں ہے : اور یہ شعبہ و حمزہ کی قراءۃ کی رو سے ہے ۔ کیونکہ ان کے یہاں ثنیں کا کسرہ ہے : اور وَرَبَّتْ میں دوؤنوں جگہ بے صورت ہے (اور یہ یزید کی قراءۃ ہے) اور عا لَا هَلَنْتَ ہر جگہ عا و اطماتوا (بونس پٹ) عا اِشْمَاَزَتْ تینوں اکثر عاقی قرآنوں میں بے صورت اور بعض میں الف کی صورت میں ہیں عا سَرَعَتْ : اَفْرَعَتْ : اَمْرَعَتْ اَفْرَعَتْ جس طرح بھی آئے اس میں دوسرا ہمزہ ہر جگہ بعض مصاحف میں الف کی صورت میں ہے ۔ اور بعض میں بے صورت ہے اور ہمارے یہاں کے قرآنوں میں عا و عا بے صورت اور عا و عا : بصورت الف ہیں اور بُرَعَاؤُا میں بھی پہلا ہمزہ بے صورت ہی ہے ۔

اسی طرح ہر وہ زبر والا ہمزہ جس کے بعد الف ہو ۔ وہ بھی ،

بے صورت ہی ہوتا ہے جیسے مَآرِبُ : شَنَانُ : وغیرہ اور (۳۲) زیر اور پیش کے بعد زیر والا یا کی صورت میں ہوتا ہے جیسے مُطْمَعِنٌ اور سُئِلَ : سُئِلْتُ : اور یُسَّی اور یُسُّوَا وغیرہ : اور ان آخری دو میں ہمزہ کا شکل یا ہونا متائل والے قاعدہ کے خلاف ہے پس ہمزہ بے صورت ہونا چاہیئے تھا۔ لیکن اب عمل دُویاؤں ہی سے لکھنے پر ہے (۴) زیر کے بعد پیش والا واؤ کی صورت میں ہوتا ہے۔ جیسے یَذْنَأُؤُکُمْ : یُکَلِّؤُکُمْ : تَوْنَأُؤُھُمْ : وغیرہ : لیکن یَطْعُونُ جیسی مثالوں میں متائل کے سبب بے صورت ہے۔

(ب) زیر اور پیش کے بعد متوسطہ زیر والا اور زیر کے بعد پیش والا اپنے سے پہلے حرف کی حرکت کے مطابق لکھا جاتا ہے۔ پس (۱) زیر کے بعد زیر والا یا کی صورت میں ہوتا ہے جیسے نَاشِئَةٌ : سَیِّئَةٌ : سَیِّئًا وغیرہ۔ اور سَیِّئَاتُکُمْ : سَیِّئَاتِھُمْ وغیرہ میں بے صورت ہے اور مِائَةٌ : مِائَتَیْنِ میں ہمزہ قیاس کے موافق یا ہی کی صورت میں ہے اور الف زائد ہے۔

(۲) پیش کے بعد زیر والا واؤ کی صورت میں ہوتا ہے : جیسے اِنْفُوَادٌ : بِسْوَآلٍ : اور لُؤْلُؤًا : کا دوسرا ہمزہ۔

(۳) زیر کے بعد پیش والا یا کی صورت میں ہوتا ہے : جیسے یُنَبِّئُکَ : سَنُقَرِّعُکَ : وغیرہ لیکن اَنْبِئُونِ : جیسی مثالوں میں بے صورت ہے۔

۱۰۲ ادھر دُرُودِ اِتِّصَافِ

اس ہمزہ متحرکہ کی صورتیں جو ساکن کے بعد ہو: یا اس سے پہلے حرکت والا اور
... بعد میں ساکن حرف ہو ...

ع: «الف» حرکت والا ہمزہ ساکن کے بعد بے صورت ہوتا ہے: جیسے
الْمَشْئِئَةُ: تُسْئَلُ: يَسْئَمُ: سَوْءَةٌ: سُوءٌ: لیکن
هَزُوًا: اور كُفُوًا واو کی اور النِّشَاةُ میں باتفاق مصاحف اور
يَسْأَلُونَ (احزاب پ ۸) اور شَطَاءُ (فتح پ ۸) میں بخلاف الف کی
صورت میں ہے: هَزُوًا فتیٰ کی اور كُفُوًا فتیٰ اور یعقوب کی قرآنہ ہے اور
مَوْئِلًا کہف پ ۸ اور أَفْئِدَةً ہمارے عام مصاحف میں یا کی
صورت ہے اور رائیہ میں اس یا کو نا در بتایا ہے۔ اور شَنَّانُ الف
کی صورت میں ہے۔ اور یہ شامی: شعبہ: یزید کی قرآنہ ہے۔

اور صاحب نشر کی رائے پر سکون کی صورت میں ہمزہ قاعدہ کے
موافق بے صورت ہی ہے۔ اور یہ الف بنا اور تلفظ والا ہے۔ اور
الْأُنَّ (جن) اور أَلْعَنَ باقی موقعوں کا ذکر اوپر آچکا ہے اور
لَيَسْئَوُا والی قرآنہ پر ہمزہ قیاس کے خلاف الف کی صورت میں ہے
اور لَيَسْئَوْا والی پر ہمزہ قیاس کے موافق بے صورت ہے۔ اور
الف زائد ہے۔

لَتَنْبُوْا اور السُّوْا میں الف کی صورت میں ہے اور اَنْ تَبُوْا اور
میں دانی اور شاطبی کی رائے پر الف کی صورت میں ہے۔ لیکن اگر

تَفْتَوُا کے الف کی طرح اس کو بھی زائد مان لیں تو پھر ان دونوں اور
لَبِيسُوا کا ہمزه قیاس کے موافق بے صورت ہوگا اور لفظ قُرْآن میں
یوسف اِیٰغ اور زخرف اِیٰغ کے قُرْءُثَّا عَرَبِیًّا کے سوا باقی سب جگہ
الف کی صورت میں قُرْآن : الْقُرْآن ہے۔

اور امامِ نشر کی رائے پر ان ۸ جگہ بھی ہمزه اصل کے موافق بے صورت
ہی ہے۔ اور یہ الف جو لکھا ہوا ہے یہ وہی ہے۔ جو تلفظ میں آرہا
ہے : پس ان کے نزدیک ان اُسطحہ موقعوں میں قُرْآن کے بجائے
قُرْءَان لکھنا چاہیے۔

اور ہمارے عام مصاحف میں اَفْعِدَّة (ابراہیم) میں ہمزه بشکل یاء
ہے، لیکن ہشام کی روایت (اَفْعِیْدَة) کی رو سے ہمزه حسب قاعدہ بے صوت
ہے اور یا تلفظ والی ہے۔

(ب) اگر زبر والے ہمزه کے بعد الف اور زیر والے کے بعد یا
اور پیش والے کے بعد واو ساکنہ آجائے تو وہ بھی بے صورت ہوتا،
جیسے شَنَانُ نون کے فتح والی قراۃ پر اور الْخَطِیئِیْنَ : خَسِیئِیْنَ
یَوْدُ ۛ : یَسُوْسًا : وغیرہ اور مُسْتَهْزِوْنَ : یُطْفِئُوْا : بِرْءُ وُسْکُ
وغیرہ (لیکن بَعِیْثِیْن میں جیسا کہ پہلے (دوسرے حصہ کی فصل میں) بھی آ
چکا ہے ہمارے مصاحف میں یا کی صورت میں ہے)

(ج) اگر زبر والا الف کے بعد ہو تو چاہے ہمزه کے بعد ضمیر ہو
یا نہ ہو۔ دونوں حالتوں میں بے صورت ہی ہوتا ہے جیسے : جَاءَ :

نِسَاءَنَا وَغَيْرِهِ۔

۲۔ اگر الف کے بعد ہمزہ زیرِ پیش والا درمیان کلمہ میں ہو، عام ہے کہ ضمیر متصل کی وجہ سے درمیان والا ہو؛ یا کسی اور حرف کی وجہ سے؛ تو اپنی حرکت کے مطابق یہ اور واؤ کی صورت میں لکھا جاتا ہے جیسے وَمِنْ اَبَائِهِمْ : نِسَاءُكُمْ : خَائِسِيْنَ : هَؤُلَاءِ وَغَيْرِهِ۔ لیکن اِسْرَاءِیْلَ : اِلَیْ : یَشَاءُوْنَ : وغیرہ جن میں ہمزہ کے بعد یہ اور واؤ مدہ ہیں ان سب میں بے صورت ہے۔ اور عراقی قرآنوں میں اَوَّلِیُّهُمْ الطَّاعُوْتُ : (بقرہ ۳۴) اِلَیْ اَوَّلِیُّهُمْ (انعام ۸۱) اِلَیْ اَوَّلِیِّكُمْ (احزاب ۸) تینوں کا ہمزہ واؤ اور یا کے بغیر بے صورت ہے۔

ابن غلبون، عبدالواحد بن محمد کے ذریعہ ابو داؤد سے نقل کرتے ہیں کہ یہ کلمات واؤ یا کے ساتھ لکھے ہوئے ہیں (اور اس زمانہ کے قرآنوں میں بقرہ اور انعام والا بے صورت اور احزاب والا بصورت یا مرسوم ہے)

اور عراقی قرآنوں میں اَوَّلِیُّكُمْ (فصلت) بھی بے صورت ہے اور ہمارے قرآنوں میں یہ بھی قیاس کے موافق واؤ ہی کی صورت میں ہے، اور یوسف والے جَزَاؤُكَ (تینوں کلمات) کی بابت امام نافعؒ فرماتے ہیں کہ یہ تینوں واؤ کی صورت میں ہیں۔

دانیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح اور قیاس کے موافق ہے

کلمہ کے اخیر والے ہمزہ کی صورتیں

ع۔ یہ ہمزہ حرکت والے حرف کے بعد ہو تو ہر جگہ اپنے سے پہلے حرف کی حرکت کے موافق لکھا جاتا ہے جیسے : بَدَا : ذَمَّ : اُسْتَهْزِئَ : شَاطِئَ : يُبْدِئُ : اللُّؤْلُؤُ : اِنْ اَمْرُؤُا : وغیرہ۔

لیکن ع۔ سَبَّوْا الذِّیْنَ اور اس کے مثل وہ کلمات جن کا ذکر تیسرے حصہ کی فصل میں آچکا ہے یہ سب کے سب اپنی حرکت کے مطابق واؤ سے لکھے ہوئے ہیں اور اس واؤ کے بعد الف بھی ہے اور نَبَّأِی (انعام) میں ہمزہ قیاس کے موافق الف کی صورت میں ہے اور اس کے بعد می زائد ہے۔ اور بقول بعض ہمزہ (خلافت قیاس) بشکل یا ہے اور الف زائد ہے۔ (لکھنا فی النشر الکبیر)

ع۔ اگر یہ اخیر والا ہمزہ ساکن کے بعد ہو تو بے صورت ہوتا جیسے دَفْعٌ : اَلْخَبْعُ : جَاءَ : شِئْ : سُوءٌ : وغیرہ مگر جَزَّوْا اور اس کے مثل وہ کلمات جو اصول کے تیسرے حصہ کی فصل میں بیان کیے گئے ہیں یہ سب کے سب بھی واؤ اور الف کے ساتھ ہیں اور لَیْسُوْا : اَنْ تَبُوْا : اور لَتَنُوْا : کا ذکر پہلے آچکا ہے۔

فصل (۲) : ابو عمرو فرماتے ہیں کہ استفہام کے موقع پر اگر دو

یا تین الف ہوں تو باتفاق مصاحف ایک الف مرسوم ہوگا۔ (اور ہمزہ استفہام عین تبری کی صورت میں لکھا جائے گا) کیونکہ اگر سب کو الف ہی کی شکل میں لکھیں تو ایک طرح کی کئی شکلیں جمع ہو جائیں گی۔ اور یہ ناپسندیدہ ہے اور مثالیں یہ ہیں۔ دو الف والے کلمات جیسے۔
 ءَاثَنَّا تَهُمَّ ءَاقَرُّمَتْهُمْ ءَاثَمْتُ ءَاذَانُ کے مشابہ وہ کلمات جن میں ہمزہ استفہام ایسے کلمہ پر آ رہا ہو جس کے اول میں ہمزہ ہو اسی طرح جن کلمات میں فتح والا ہمزہ الف پر داخل ہو رہا ہو عام ہے کہ وہ الف ہمزہ سے بدلا ہوا ہو یا زائد ہو ان میں بھی ایک ہی الف لکھا جاتا ہے جیسے اَمْنُوا : اَدَمُ : وغیرہ۔ تین الف والے کلمات میں سے سیدنا حفصؓ کی روایت کے مطابق تو ایک ہی کلمہ ءَالِهَتُنَا (زخرف پ) میں آیا ہے اور حفصؓ و روسیؓ و اصہبانیؓ کے غیر کے لیے اعراف پؓ و اشعرایہؓ اور ان تینوں اور قبل کے غیر کے لیے طہ میں : ءَاثَمْتُ بھی ہے۔

ابو عمروؒ فرماتے ہیں کہ مدینہ اور عراق کے اکثر قرآنوں میں مَا لَا مَلَكْتَ جہاں بھی آیا ہے اور مَا وَاظْمَانُوْا بِهَا (یوش پ) اور مَا وَحْدَا اَشْمَاذَتْ (زمر پ) اور مَا هَلِ امْلَكْتَ (قی پ) ان چاروں میں الف کو حذف کیا گیا ہے اور بعض مصاحف میں الف دیکھا گیا ہے۔
 اور موجودہ سب مصاحف میں لَا مَلَكْتَ سب جگہ بلا الف اور

وَاطْمَأْنَنُوا اور وَحْدَةً اِشْمَانَتٌ دونوں بalf ہیں۔ اور هَلِ اُمْتَلَعَتْ بعض مصاحف میں بalf اور بعض میں بے الف بشکل یا ہے مگر بشکل یا ہونا محض بے اصل ہے۔

امام غازی بن قیسؒ نے اپنی کتاب میں اِطْمَأْنَنْتُمْ (نسا پ ۱۵) میں ہمزہ کی شکل والے الف کا حذف بیان کیا ہے۔ لیکن تمام قرآن ان کی موافقت سے عاری ہیں اور ان میں میم کے بعد الف مرسوم ہے اور فَادَّسَأْتُمْ میں باتفاق جمیع مصاحف دونوں الف محذوف ہیں :- (یعنی وال کا کھڑا زبر ہے اور رآ کے بعد والا ہمزہ عین تبری کی شکل میں ہے)۔

فصل (۴) :- جس ہمزہ سے پہلے الف ہو اور ہمزہ سے کوئی ضمیر متصل ہو رہی ہو۔ سو اگر وہ ہمزہ مکسور ہو تو یا کی اور مضمومہ ہو تو واؤ کی صورت میں مرسوم ہو گا۔ مکسورہ جیسے :- مِنْ اَبَائِهِمْ : مِنْ نِسَائِهِمْ اَوَّلِيَّائِهِمْ : بِاَبَائِنَا : وغیرہ مضمومہ جیسے جَزَاؤُكُمْ : اَبَاءُكُمْ : فَجَزَاؤُكُمْ - وغیرہ اور اگر مفتوحہ ہو اور اس سے پہلے الف ہو یا ہمزہ مکسورہ کے بعد یا اور مضمومہ کے بعد واؤ ہو تو ایسا ہمزہ بے صورت ہوتا ہے (یعنی صرف عین کے سرے کی طرح لکھا جاتا ہے اور واؤ یا الف میں سے کسی صورت پر نہیں ہوتا) تاکہ ایک طرح کی دو صورتیں جمع نہ ہو جائیں : جیسے اَبَاءُنَا : وَنِسَاءُنَا وَنِسَاءُكُمْ : فَمَنْ جَاءَكُمْ :

مِنْ وَرَاءِ يَ : جَاءُوكُمْ : يُرَاءُونَ : وغیرہ : اور
أُولَئِكَ : وغیرہ کا ذکر عنقریب پہلی فصل میں گذر چکا ہے ۔

ابو عمرو فرماتے ہیں کہ جس واؤ ساکن سے پہلے
حرف پر پیش ہو ۔ اس کے بعد والا ہمزہ طرف

فصل (۵)

میں دو جگہ بالاتفاق الف کی صورت میں مرسوم ہے عا اَنْ تَبْشُرَ (مائدہ
۲۷) لَتَنْبُؤَ (قصص ۲۸) ان کے علاوہ کوئی اور ایسی جگہ میرے
علم میں نہیں ہے جس میں واؤ مدہ کے بعد ہمزہ بشکل الف ہو (بلکہ
ان کے علاوہ باقی سبھی جگہ بے صورت اور عین تبری کی طرح مرسوم ہوتا
ہے جیسے سُوءٌ وغیرہ : الْبَنَةُ لَيَبْشُرَ (اسراء ۷) بھی شامی شعبہ
فتی و نیز کسائی کی قراءۃ کی رو سے لَتَنْبُؤَ کی طرح ہے ۔)

اسی طرح جزم والے شین کے بعد النشأة عنکبوت ۲۷،
نجم ۲۸، واقعہ ۷۸ میں ہمزہ کے بصورت الف ہونے پر بھی اتفاق ہے ۔
اور میرے علم میں کوئی کلمہ ایسا نہیں ہے جس میں ہمزہ متوسط
بعد از ساکن واو یا اور الف میں سے کسی کی صورت میں ہو ؛ سوائے
اس کے کہ یہ بصورت الف اور مَوْئِلًا کے کہ وہ بصورت یا ہے ۔
(اور باقی سب جگہ ہمزہ بے صورت ہے جیسے الْمَشْمَةُ وغیرہ ۔ اور
رأیہ کی رو سے یَسْأَلُونَ عَنْ أَنْبَاءِكُمْ (احزاب) میں بصورت الف
ہے ۔ اور ہمارے عام مصاحف میں شَطَاة (فتحنا ۲۷) بھی الف کی

فائدہ النشأة میں خبر کی اور یسائون (احزاب) میں روئیں کی اور شطاة میں مکی اور ابن ذکوان کی قراۃ اور روایت کی رعایت پیش نظر ہے فافہم :-

وَهَيَّيْ وَيُهَيَّيْ : (کف ۳۷ ع ۱) وَاَمَّا السَّيِّئُ : فاطر ۷ اور سَيِّئَةٌ اور السَّيِّئَةُ ہر جگہ اور اخذ سَيِّئًا (توبہ ۱۳) دو یا کے ساتھ جن میں سے ایک ہمزہ کی صورت ہے اور سَيِّئَاتٍ اور سَيِّئَاتِكُمْ تمام قرآن شریف میں ایک یا سے ہے :

اور امام غازی بن قیس نے کُهِيتَا وَيُهَيَّيَا : اور السَّيِّئَا کو اسی طرح الف کے ساتھ بتایا ہے۔ لیکن اس پر عمل نہیں ہے۔ اور بعض نے بَايَةٍ اور بَايَاتٍ میں با اور تا کے درمیان دو یا میں نقل کی ہیں لیکن یہ روایت مشہور نہیں ہے۔

اٰئِنَّا : محمد بن عیسیٰ فرماتے ہیں کہ اٰئِنَّا میں چار جگہ دوسرا ہمزہ یا کی صورت میں مرسوم ہے ع اٰئِنَّا لَتَشْهَدُوْنَ (انعام ۷) ع اٰئِنَّا لَتَاْتُوْنَ (زل ۱۶) ع وَتَكْفُرُوْنَ (فصلت ۲) ع اٰئِنَّا لَتَكْفُرُوْنَ (فصلت ۲) :-

اٰئِنَّا : ابن عیسیٰ ہی فرماتے ہیں کہ اٰئِنَّا دو جگہ یعنی ع اٰئِنَّا لَمُخْرَجُوْنَ (زل ۱۶) اور اٰئِنَّا لَتَاْتَا كُوْا (صفت ۷) میں یا کی صورت میں ہے۔

اَعِنَّ : محمد بن نصیر بن یوسف نحویؒ فرماتے ہیں کہ اَعِنَّ لَنَا لَا جَرًا شَعْرًا ع میں بانفاق مصاحف یا کے ساتھ ہے۔
اَعِذَا : محمد بن عیسیٰؒ فرماتے ہیں کہ صرف واقعہ ع والا اَعِذَا مِثْنًا یا کے ساتھ ہے اور باقی سب جگہ یا کے بغیر ہے۔

علامہ دانیؒ فرماتے ہیں کہ جب مجھے کوئی نص نہ ملی تو اسی قسم کے اور کلمات میں نے اہل مدینہ و عراق کے مصاحف قدیمہ میں تلاش کیئے تو اَعِنَّ ذِكْرُكُمْ یس ع اور اَتِفْكَ طُفَّت ع اور اَتَمَّتْ کو سب جگہ یا کے ساتھ اور اَتَكَ لَا نَتْ (یوسف ع) اور نَمَل ع والے اَللّٰہ اور اِنَّا لَمَدِیُّونَ (طُفَّت ع) اور اِنَّا لَمَرْدُودُونَ (نزلت ع) ان سب کو یا کے بغیر پایا ہے۔

(تبلیغ: پندرہ سطور پر مطبوعہ صدیقیہ پریس ملتان کے علاوہ سب مصاحف میں اَعِنَّا : طُفَّت ع میں یا کے ساتھ ہے جو بے دلیل ہے نیز فرماتے ہیں کہ لَعَلَّ : لَعِنَ : یَوْمَعِید ہر جگہ اور حِیْنَعِید چاروں بالا جماع یا کے ساتھ مرسوم ہیں۔

جو ہمزہ وصلیہ پڑھنے میں نہیں آتا ہے اس فصل (۷) کے اثبات میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔
 (جیسے وَافْعَلُوا : فَاَعْلُوا : قَالُوا اَشْتَوْا : وغیرہ) لیکن پانچ صورتوں میں کثرت استعمال کی بنا پر تمام مصاحف میں یہ الف رسم سے حذف کیا گیا ہے اور وہ یہ ہیں۔

اَوَّلُ : ہر سورت کے شروع و نمل (ہج) اور ہود (ہج) کی بِسْمِ اللہ میں پس ان کے علاوہ باقی سب جگہ بِاسْمِ رَیِّکَ اَللّٰہِی : اور بِاسْمِ رَیِّکَ الْعَظِیْمِ : مِنْ بَعْدِی اِسْمُہُ وغیرہ میں الف ثابت ہے ۔

دوّم : یہ کہ کسی کلمہ کے شروع میں ہمزہ وصلی مکسور ہو اور اس سے پہلے استفہام کا ہمزہ آجائے تو ان میں سے ایک الف رسم سے محذوف ہوتا ہے اور وہ ہمزہ وصلی ہے جیسے اَسْتَکْبَرْتَ اور اَفْتَرْتُ وغیرہ (کہ اصل میں اَسْتَکْبَرْتَ وغیرہ ہیں) اور اگر ہمزہ وصلیہ مفتوح ہو جیسے اَللّٰہُ اَکْبَرُ : وغیرہ تو بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ پہلا الف رسم سے محذوف ہو گا اور ہمزہ وصلیہ بشکل الف مرسوم ہو گا اور بعض کا مذہب یہ ہے کہ دوسرا الف حذف کیا جائے گا۔ اور ہمزہ استفہام بشکل الف باقی رہے گا (کیونکہ دوسرا زائد ہے جس کا حذف نامناسب نہیں) علامہ دانی اُس کے متعلق فرماتے ہیں کہ : وَذٰلِکَ عِنْدِیْ اَوْجَہُ (اور میرے نزدیک یہی دوسری صورت (اَللّٰہُ اَکْبَرُ) نہ کہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ) اولیٰ ہے ۔

سوم : یہ کہ ہمزہ وصل ایسے ہمزہ سے پہلے آئے جو اصل میں ساکن ہو اور ہمزہ وصل سے پہلے واو یا فاء ہو جیسے وَاَوَّلُ الْبُیُوتِ : فَاَوَّلُ حَرَشَکُمْ : وَاَقْبَرُوْا : وغیرہ پس ان میں سے بھی ایک الف محذوف ہوتا ہے ۔ البتہ اگر واو : فاء کے بجائے ثھ یا کوئی اور ایسا کلمہ

آئے جس پر وقف ہو سکتا ہو تو اس صورت میں ہمزة وصلیہ رسم میں ثابت رہتا ہے۔ جیسے ثَمَّ اِثْتَوَا صَفًا: فِرْعَوْنُ اِثْتَوٰی وَغِیْرُو (لیکن دُوْجَہ عَلَ رَدْمَانِ اِثْتَوٰی (کف ہغ) میں شعبہ کی اور عَلَ قَالَ اِثْتَوٰی (رہ) میں شعبہ و حمزہ کی قراۃ کی رو سے دَاوَا اور فَاکے بغیر بھی ہمزة وصلی محذوف ہے جس کی وجہ شمول ہے (وَهُوَ ظَاهِرٌ) چہاں رم: یہ کہ السُّوَالُ کے امر حاضر پر دَاوِیَا دَاخِل ہو: جیسے وَسَّئِلٌ: فَسَّئِلُوا وغیرہ: پس اس صورت میں بھی ہمزة وصلیہ جو سین سے پہلے آنا چاہیے تھا۔ رسم سے محذوف ہوتا ہے۔ اور اگر اس امر سے پہلے دَاوِیَا نہ ہو تو چونکہ اس صورت میں سب ہی حضرات نقل و حمل سے پڑھتے ہیں اس لیے سین پر حرکت آنے کے سبب ہمزة وصلی کی ضرورت ہی نہیں رہتی: پس وہ رسم میں بھی نہیں آتا ہے: جیسے سَلُّ بَنٰی اِسْرَآئِیْلَ سَلُّهُمْ پَنْجَمْ: یہ کہ معرفہ کے لام سے پہلے ایک اور لام آجائے تاکید کے لیے آئے، خواہ حیر کے لیے پس اس صورت میں لام تعریف سے قبل جو الف آیا کرتا ہے وہ نہیں لکھا جاتا۔ جیسے: - وَلَلَّذٰرُ لِلّٰہِ وَلَلَّذٰی وَغِیْرہ۔

تَنْبِیْہ: لَتَخَذْتُ (کف ہغ) میں شمول کی بنا پر ہمزة وصلی رسم سے محذوف ہے۔

فائدہ:- ابن جب کسی علم کی صفت واقع ہو تو غیر قرآن میں اس

کا الف رسم سے محذوف اور خبر ہونے کی صورت میں ثابت رہتا ہے۔

لیکن رسم قرآن میں باجماع مصاحف عیسیٰ ابن مَرْیَم میں (باوجودیکہ ابن یہاں صفت واقع ہے) اُسی طرح الف ثابت ہے جس طرح عَزَّیْرُ ابْنِ اللہ وغیرہ میں خبر ہونے کی صورت میں ثابت ہے۔
خلاصہ:- یہ کہ ابن صفت ہو خواہ خبر ہر حال میں قرآن میں اس کا الف ثابت ہے۔

پانچواں حصہ

ان مفرد کلمات کے بیان میں جن میں تانیث کی تاملبی تا کی صورت میں لکھی ہوئی ہے۔
محمد بن قاسم نحویٰ کہتے ہیں کہ مندرجہ ذیل دس کلمات مفرد تادراز کے ساتھ آئے ہیں۔

۱۔ نِعْمَتٌ : گیارہ جگہ ۱۔ نِعْمَتَ اللہ (بقرہ ۲۹) (رائیہ میں بقرہ کا نِعْمَتَ اللہ، مطلق آیا ہے جس سے شبہ ہوتا ہے کہ بقرہ ۲۹ والے دونوں ہی مراد ہوں گے اور اگر ان میں سے ایک لیا جائے تو کون سا؛ پس واضح ہو کہ اس سے صرف ۲۹ والا مراد ہے۔ جیسا کہ مقنع و نشر وغیرہ میں مصرح ہے) ۲۔ نِعْمَتَ اللہ (آل عمران ۲۹) ۳۔ نِعْمَتَ اللہ عَلَیْکُمْ اِذْ هَمَّ (مائده ۲۹) ۴۔ بَدَّ لَوْ اِنْعَمَتَ اللہ ۵۔ نِعْمَتَ اللہ لَا تُخْصَوْهَا (ابراہیم ۲۹) ۶۔ وَبِنِعْمَتِ

اللّٰهُ هُمْ (نحل ۴۸) عَنِ نِعْمَتِ اللّٰهِ ثُمَّ (۱۸) عَنِ نِعْمَتِ اللّٰهِ اِنَّ
 كُنْتُمْ (۱۹) عَنِ فِي الْبَحْرِ نِعْمَتِ اللّٰهِ (لقمن ۳۱) عَنِ نِعْمَتِ
 اللّٰهِ (فاطر ۲۸) عَنِ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ (طور ۲)

(۲) رَحِمَتْ : سات جگہ عَلَیْزَجُونِ رَحِمَتْ اللّٰهِ (بقرہ ۲۱۷)
 عَلَیْ اِنَّ رَحِمَتْ اللّٰهِ (اعراف ۳۸) عَلَی رَحِمَتْ اللّٰهِ (ہود ۷۸) عَلَی
 ذِکْرُ رَحِمَتْ (مریم ۲۸) عَلَی اَشْرَ رَحِمَتْ اللّٰهِ (روم ۲۸) عَلَی یَقْسُمُونَ
 رَحِمَتْ رَبِّكَ عَلَی وَرَحِمَتْ رَبِّكَ (دونوں زخرف ۳۸ میں)

(۳) اَمْرَاتُ بھی سات جگہ عَلَی اَمْرَاتُ عِمْرَانَ (آل عمران
 ۴۸) عَلَی دَعَا اَمْرَاتُ الْعَزِيزِ دُو جگہ (یوسف ۲۸) عَلَی
 اَمْرَاتُ فِرْعَوْنَ (قصص ۲۸) عَلَی اَمْرَاتُ نُوْجِ عَلَی وَاَمْرَاتُ
 لُوْطِ عَلَی اَمْرَاتُ فِرْعَوْنَ (تحریم ۲۸) (یعنی وہ تمام مواقع جہاں لفظ
 اَمْرَاتُ اپنے زوج کی طرف مضاف ہو کر آیا ہے۔)

(۴) سُنَّتُ : پانچ عَلَی سُنَّتُ الْاَوَّلَیْنَ (انفال ۲۸) عَلَی
 الْاَسُنَّتُ الْاَوَّلَیْنَ عَلَی لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِیلاً عَلَی لِسُنَّتِ
 اللّٰهِ تَخْوِیلاً (فاطر ۲۸) عَلَی سُنَّتِ اللّٰهِ اَلَّتِی (مؤمن ۲۸)

(۵) فِی الْغُرْفَتِ : سب اے میں حمزہ کی قراۃ کی اعتبار سے۔

(۶) غَیْبَتْ : دُو جگہ (یوسف ۲۸ میں)

(۷) مَرْضَاتُ : ہر جگہ۔ (۸) شَجَرَتْ : ایک جگہ (دخان ۲۸)

(۹) شَمَرَتْ : فصلت اے میں عم؟ حفص کے غیر کی قراۃ

کی رو سے ۔

(۱۰) جَمَلَتْ : ایک جگہ (مرسلۃ ع)

ابو عمروؒ فرماتے ہیں کہ مندرجہ ذیل چار کلمات بھی لمبی ناسے آئے ہیں
۱۱ کَلِمَتْ : پانچ جگہ ع ۱ و تَمَّتْ کَلِمَتْ رَا بَكَ ۔

(انعام ع ۱ و اعراف ع ۱) ع ۲ و ع ۳ حَقَّتْ کَلِمَتْ رَا بَكَ (یونس ع ۱)
ع ۴ و مؤمن ع ۱) ع ۵ حَقَّتْ عَلَیْہُمْ کَلِمَتْ رَا بَكَ (یونس ع ۱)

۲۱ بَيَّنَّتْ : صرف ایک جگہ فہم ع ۱ عَلٰی بَيَّنَّتْ (فاطر ع ۱)
۳۱ وَجَّهَتْ نَعِیْم (واقعہ ع ۱ میں)

۴۱ ابْنَتْ : صرف ایک جگہ یعنی وَ مَرْيَمَ ابْنَتْ (تحریم ع ۱ میں)
ابن ابیاریؒ فرماتے ہیں کہ مندرجہ ذیل دس کلمات بھی ناسے دراز سے

آئے ہیں ۔

۱۵ لَعْنَتْ : دو جگہ ع ۱ فَتَجَعَلُ لَعْنَتْ (آل عمران ع ۱)

ع ۲ اَنْ لَعْنَتْ اللہ (نور ع ۱)

۲۱ بَقِیَّتْ : ایک جگہ (ہود ع ۱ میں)

۳۱ آيَتْ : یوسف ع ۱ میں مکی کی قراءۃ کی رو سے اور آيَتْ

عنکبوت ع ۱ میں مکی : صحبہ کی قراءۃ کے اعتبار سے

۴۱ قُرَّتْ : صرف ایک جگہ (قصص ع ۱ میں)

۵۱ فِطَرَتْ : صرف ایک جگہ (روم ع ۱ میں)

۶۱ اللَّتْ : نجم ع ۱ اور وَاَلَاتِ (ص ع ۱)

۱۰ ۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰ ۱۰۱ ۱۰۲ ۱۰۳ ۱۰۴ ۱۰۵ ۱۰۶ ۱۰۷ ۱۰۸ ۱۰۹ ۱۱۰ ۱۱۱ ۱۱۲ ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۷ ۱۱۸ ۱۱۹ ۱۲۰ ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳ ۱۲۴ ۱۲۵ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۲۹ ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۲ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۷ ۱۵۸ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸ ۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۱ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۴ ۱۹۵ ۱۹۶ ۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰ ۲۰۱ ۲۰۲ ۲۰۳ ۲۰۴ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۱۰ ۲۱۱ ۲۱۲ ۲۱۳ ۲۱۴ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰ ۲۲۱ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ ۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸ ۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵۱ ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰

چھٹا حصہ

ان کلمات کے بیان میں جو مصاحف میں کسی جگہ مقطوع (الگ الگ) اور کسی جگہ موصول (ملا کر) لکھے گئے ہیں ایسے کلمات چھبیس ہیں

(۱) اَنْ : لَا : ابن ابیاری فرماتے ہیں کہ اَلَّا سب جگہ بغیر نون کے ہے اور دس جگہ نون کے ساتھ ہے اَنْ لَا اَقُوْلَ اَنْ لَا يَقُوْلُوْا (اعراف ۳۷) اَنْ لَا مَلْجَا (توبہ ۳۷) اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا هُوَ (آل عمران ۱۸) اَنْ لَا تَعْبُدُوْا (ہود ۲۱) اَنْ لَا تَشْرِكْ بِيْ (حج ۱۷) اَنْ لَا تَعْبُدُوْا الشَّيْطَانَ (یونس ۲۷) اَنْ لَا تَعْلُوْا (دخان ۲۱) اَنْ لَا يُشْرِكْنَ (ممتحنہ ۲۱) اَنْ لَا يَدْخُلَنَّهَا (نہ ۲۱) اور ایک جگہ اَنْ لَا اِلَهَ (انبیاء ۲۱) بخلاف نون کے ساتھ (یعنی مقطوع) ہے (اور اس زمانہ کے قرآنوں میں مقطوع ہی ہے)۔

(۲) اِنَّ اور مَا ابو عمرو فرماتے ہیں کہ اِنَّمَا ایک جگہ اِنَّ مَا تَوْعَدُونَ (انعام ۱۶) میں بالاجماع اور اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ (نحل ۹۳) میں بخلاف مقطوع ہے: باقی سب جگہ اِنَّمَا موصول ہے اور موجودہ مصاحف میں نحل والا بھی موصول ہی ہے)

(۳) اَنَّ اور مَا محمد بن عیسیٰ فرماتے ہیں کہ اِنَّمَا دو جگہ یعنی وَ اَنَّ مَا يَدْعُونَ (حج ۵۶) و لَقَمْنٰ (میں بالاجماع مقطوع ہے۔ ابو عمرو فرماتے ہیں کہ اِنَّمَا عَنِتُّمْ (انفال ۵) میں بخلاف مقطوع ہے (اور موجودہ قرآنوں میں موصول ہے) اور باقی سب جگہ اَنَّ اور مَا بالاتفاق ملا کر لکھے ہوئے ہیں۔

(۴) اِنْ اور مَا ابو حفص، انفزار فرماتے ہیں کہ اِنْ مَا صرف ایک جگہ وَ اِنْ مَا تُرِيَّتْكَ (رعد ۶) میں مقطوع اور باقی سب جگہ موصول ہے (یعنی اِمَّا)

(۵) اَمْ اور مَا سب جگہ موصول ہی ہیں (یعنی اَمَّا)

(۶) اَيْنَ اور مَا دو جگہ عَا فَاَيْنَمَا تُولُوْا (بقرہ ۱۸۶) عَا اَيْنَمَا يُوْجِّهْهُ (نحل ۶۸) میں بالاجماع موصول ہیں اور تَيْنَ جگہ عَا اَيْنَ مَا تَكُوْلُوْا (نساء ۴) عَا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ (شعر ۵) عَا اَيْنَمَا تُقِفُوْا (احزاب ۶) بخلاف مقطوع ہیں (اور نساء والا موجودہ تمام مصاحف میں مقطوع اور شعرًا و احزاب والے اکثر میں موصول ہیں)

(۷) عَنْ اور مَا ایک جگہ عَنْ مَا نَهَوْا اعراف ۲ میں مقطوع

اور باقی سب جگہ موصول ہیں۔

(۸) اِنْ اور لَا ہر جگہ موصول ہیں (یعنی اِلَّا)

(۹) اَنْ اور لَمْ: اَنْ لَمْ ہر جگہ جدا لکھا ہوا ہے (یعنی اَنْ لَمْ)

(۱۰) اِنْ اور لَمْ: ابو عمروؒ فرماتے ہیں کہ اِنْ لَمْ ایک جگہ: یعنی

فَاَلَمْ يَسْتَنْجِبُوْا (ہودؑ) کے علاوہ باقی سب جگہ مقطوع ہے۔

(۱۱) اَنْ اور لَنْ: ابن ابی باریؒ فرماتے ہیں کہ اَنْ لَنْ دو جگہ

اَللّٰنُ يَجْعَلُ (کہفؑ) اور اَللّٰنُ يَجْمَعُ (قیمہؑ) کے علاوہ باقی

سب جگہ مقطوع ہے۔

محمد بن عیسیٰؒ فرماتے ہیں کہ اَنْ لَنْ تَحْصُوْهُ (الزلزلہؑ) بھی

مقطوع ہے۔

غازی بن قیسؒ نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔

(۱۲) اَمْ اور مِّنْ محمد بن عیسیٰؒ و ابن ابی باریؒ فرماتے ہیں کہ تمام قرآن

میں اَمَّنْ موصول ہو کر آیا ہے: لیکن چار جگہ اَمْ مِّنْ يَّكُوْنُ،

(نساءؑ) اَمْ مِّنْ اَسْسِ (توبہؑ) اَمْ مِّنْ خَلَقْنَا

(صافاتؑ) اَمْ مِّنْ يَّآتِيْ (فصلتؑ) میں مقطوع ہے۔

(۱۳) عَنْ اور مِّنْ دونوں ہی جگہ (نورؑ و نجمؑ) میں مقطوع

ہیں۔

(۱۴) اِلَّا وَيَا سَيِّدِ ابو عمروؒ فرماتے ہیں کہ صَفَّتْ میں عَلٰی اِلَّا يَّا سَيِّدِ

مقطوع آیا ہے: یعنی اِلَّا اور يَّا اور سَيِّدِ تینوں الگ الگ ہیں۔

(۱۵) بِئْسَ اور مَا محمد بن عیسیٰ فرماتے ہیں کہ بِئْسَمَا تَنْجُجُکَ
عَلٰی بِئْسَمَا اشْتَرَوْا عَلٰی بِئْسَمَا یَا مُرْکُکَ (بقرہ ۸۳) بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِ
(اعراف ۸) موصول ہے اور رایتہ میں ہے کہ بِئْسَمَا یَا مُرْکُکَ میں
خُلف ہے اور بعض نے بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِ میں بھی خُلف بتایا ہے۔

ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ابن عیسیٰ دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ جہاں بِئْسَ
سے پہلے لَام ہے جیسے لَبِئْسَ مَا کَانُوْا وَخِیْرَہ۔ وہاں مقطوع ہے (اور
موجودہ مصاحف میں فَبِئْسَ مَا یَشْتَرُوْنَ آل عمران والا بھی مقطوع
ہے) غرض کہ جس جگہ بِئْسَ مَا سے پہلے لَام یا فَا ہو وہاں مقطوع ہی آتا ہے
پس بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِالْاِجْمَاعِ موصول اور بِئْسَمَا یَا مُرْکُکَ اور

بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِ بخلاف موصول اور باقی چھ بالاتفاق مقطوع ہیں
(۱۶) فِیْ اور مَا محمد بن عیسیٰ فرماتے ہیں کہ فِیْمَا کو گیارہ جگہ
مقطوع گنا گیا ہے عَلٰی فِیْمَا فَعَلْتَ دوسری یعنی (بقرہ ۸۳) میں : عَلٰی
عَلٰی لِبَلُوْکُمْ فِیْ مَا رَمَدَ ۱۱ عَلٰی وَاَنْعَامُ ۱۲ عَلٰی فِیْ مَا اُورِجَ ۱۳ وَاَنْعَامُ
۱۴ عَلٰی فِیْ مَا اشْتَمَتْ ۱۵ (انبیاء ۱۶) عَلٰی فِیْ مَا اَفْضَنْتُمْ ۱۶ (نور ۱۷) عَلٰی فِیْ
مَا رَزَقْنَاکُمْ ۱۸ (روم ۱۹) عَلٰی فِیْ مَا هُمْ فِیْہِ ۲۰ عَلٰی فِیْ مَا
کَانُوْا فِیْہِ (زمر ۲۱) عَلٰی فِیْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (واقِع ۲۲)
فِیْ مَا هُمْنَا (شعراء ۲۳) رایتہ میں ہے کہ شعراً والا بالاتفاق اور
باقی دس بخلاف مقطوع اور ان گیارہ کے علاوہ باقی سب بالاجماع
موصول ہیں۔

(۱۷) کَانَمَا : ابو عمرو فرماتے ہیں کہ کَانَمَا ہر جگہ موصول ہے۔

(۱۸) کُلَّ اور مَا محمد بن عیسیٰ فرماتے ہیں کہ کُلَّ دو جگہ مقطوع ہے یعنی عَا کُلَّمَا سُرَّدُوْا (نساہ ع) ۷ مِنْ کُلِّ مَاسَا لَتَقُوْهُ (ابراہیم ع) پھر فرماتے ہیں کہ بعض نے نساہ والے کو ملا کر بھی لکھا ہے (اور موجودہ تمام قرآنوں میں موصول ہی ہے۔)

اور رایتہ کی رو سے کُلَّمَا دَخَلَتْ (اعراف ع) اور کُلَّمَا جَاءَ (مؤمنون ع) اور کُلَّمَا اُلْتَقَى (ملک ع) میں بھی خلف ہے۔

(۱۹) حَيْثُ اور مَا ابو عمرو فرماتے ہیں کہ حَيْثُ دو نوں جگہ (بقمر ع و ع) میں مقطوع ہے۔

(۲۰) لَکِیْ اور لَا : لَکِیْ چار جگہ عَا لَکِیْ لَا تَخْزَنُوْا (ال عمران ع) ۷ لَکِیْ لَا یَعْلَمَ (حج ع) ۷ لَکِیْ لَا یَكُوْنُ (احزاب ع) ۷ لَکِیْ لَا تَأْسُوْا (حدیدہ ع) موصول ہے اور ان کے علاوہ باقی سب جگہ مقطوع ہے۔ جیسے لَکِیْ لَا یَعْلَمَ (نحل ع) وغیرہ

(۲۱) مِنْ اور مَا محمد عیسیٰ فرماتے ہیں کہ مِنْ دو جگہ عَا مِنْ مَّا مَلَکَتْ (نساہ ع) ۷ مِنْ مَّا مَلَکَتْ (روم ع) مقطوع ہے اور مِنْ مَّا رَزَقْنٰکُمْ (منفقون ع) میں خلف ہے۔

اور رایتہ کے بعض نسخوں کی رو سے مِنْ مَّا مَلَکَتْ نور ع بھی مقطوع ہے لیکن غالباً یہ نسخہ معتبر نہیں ہے اور اسی لیے ہمارے سب قرآنوں میں اس پر عمل بھی نہیں ہے۔

ابو عمرو فرماتے ہیں کہ مِنْ مَّالِ اللّٰهِ اور مِنْ مَّاءٍ وغیرہ جیسی مثالوں میں مِنْ پر جس جگہ بھی اسم ظاہر پر داخل ہے۔ مقطوع ہی ہے اور مِنْ پر جس جگہ بھی داخل ہے جیسے مِنْ اَنْتَرٰی وغیرہ۔ تمام مصاحف میں موصول ہی ہے اسی طرح مَحْ خَلِقَ کو سمجھیں۔

(۲۲) مَا اور لَام ما استفہامیہ کے بعد لام جارہ تمام مصاحف میں چار جگہ مقطوع ہے عَا فَمَالِ هُوَ لَاۤءِ (نسا، ع) عَا مَالِ هَذَا الْكِتٰبِ (کہف، ع) عَا مَالِ هَذَا الرَّسُوْلِ (فرقان، ع) عَا فَمَالِ الَّذِيْنَ (معارج، ع) محمد بن عیسیٰ فرماتے ہیں کہ مَا اور لَام : چار ہی جگہ مقطوع ہیں۔

(۲۳) يَوْمَہ اور هُمْ ابو حفص الفراء فرماتے ہیں کہ يَوْمَہُمْ صرف دو جگہ عَا يَوْمَہ هُمْ بَرَزُوْنَ (مؤمن، ع) عَا يَوْمَہُمْ عَلٰی النَّارِ (ذاریت، ع) میں مقطوع ہے حاصل یہ کہ جس جگہ يَوْمَہ کے بعد هُمْ محلاً مرفوع ہو وہاں بانفاق مصاحف مقطوع ہے اور ایسا انہی دو جگہ : (۲۴) وَيٰكَانَ : دونوں جگہ موصول ہے۔

(۲۵) اِبْنِ اور اُمّ ابو عمرو فرماتے ہیں کہ قَالَ اِبْنُ اُمّ (اعراف، ع) میں مقطوع اور طہ (ع) میں يَبْنُوْكُمْ موصول ہے۔

(۲۶) لَاۤت اور حِیْنَ ابو عبیدہ فرماتے ہیں کہ تَا حِیْنَ سے متصل ہے اور میں نے مصحف عثمانی میں لَاۤتِحِیْنَ ملا ہوا دیکھا ہے اولہ اس پر خون کے نشانات بھی دیکھے ہیں۔

ابو عمرو دانیؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے کسی مصحف میں بھی اس طرح نہیں پایا اور بہت سے علما نے ابو عبیدہؓ کے قول کو رد کیا ہے۔

ابن انبارؒ میؒ فرماتے ہیں کہ جدید اور قدیم جملہ مصاحف میں لادت مقطوع ہی ہے۔

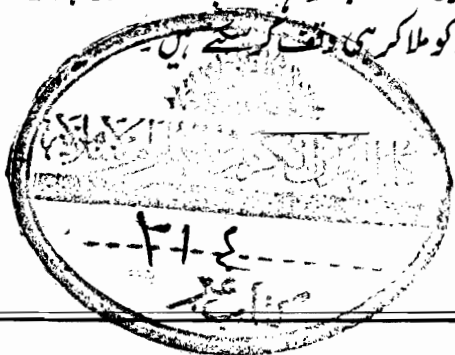
امام نصرؒ فرماتے ہیں کہ تمام مصاحف اس کے مقطوع ہونے پر متفق ہیں۔

سوال : سخاویؒ کی وسیلہ شرع عقیلہ میں ہے کہ ابو عبیدہؓ امام ہیں ان کی نقل میں کوئی اعتراض نہیں۔ اس سے امام ابو عبیدہؓ کی روایت و درایت دونوں کے بارے میں بڑی شان ثابت ہوتی ہے۔ نیز یہ کہ اُن کی تمام روایات صحیح و مقبول ہیں؛ پس علما اور قرآن پر تعجب ہے کہ انہوں نے وَلَا تَحْجِیْنَ میں ابو عبیدہؓ کی روایت کا اس بنا پر انکار کر دیا کہ وہ باقی مصاحف کے خلاف ہے۔

جواب : علما اور قرآن نے ابو عبیدہؓ کی اس روایت کا قطعاً انکار نہیں کیا کہ انہوں نے تا کو حین سے متصل دیکھا ہے۔ بلکہ علما تو ابو عبیدہؓ کے اُس مذہب کا انکار کرتے ہیں جو اس روایت کے ضمن میں مذکور ہے اور وہ اُن کی نقل کہ وہ رسم ہی پر متفرع و مبنی ہے اور وہ یہ ہے کہ تَا حِیْنَ کا جزو ہے۔ لہٰذا نافیہ کا نہیں۔ نیز یہ کہ لا پر وقف اور تَحْجِیْنَ سے ابتداء و اعادہ درست ہے اور اس مذہب کا انکار اس بنا پر کیا ہے کہ امام کے سوا باقی تمام (حجازی۔ عراقی۔ شامی) قرآنوں میں تَا حِیْنَ

سے کتابت میں جُدا اور اس پر داخل نہیں : بلکہ حکماً لا کا جزو ہے اور اسی
 لیئے اُن کے یہاں وقف اضطراری و اختباری لا کے بجائے تہ پر ہے۔
 اور اب امام کی رسم کے اعتبار سے یہ وقف ویکانت کے دُئی یا دُیکنت
 کے وقف کی طرح ہے کہ یا اور کاف کے آت سے موصول ہونے کے
 باوجود بھی اُن پر وقف جائز ہے۔ اسی طرح یہاں تا کے جین سے متصل
 ہوتے ہوئے بھی اس پر وقف درست ہے۔ اور اسی طرح جہو کے
 یہاں اختباری ابتداء و اعادہ بھی جین سے ہے نہ کہ تحین سے اور
 اب امام کی رسم کی رو سے اس ابتداء و اعادہ کی نظیر اَلَا یَسْجُدُ وَاَمْلَعُ
 ہے کہ اس میں کسائی؟ یزید؟ روین کے لیے ابتداء و اعادہ اُسْجُدُ وَا
 سے بھی جائز ہے۔ حالانکہ وہ رسمًا ماقبل سے موصول ہے۔ پس اسی
 طرح لَا تَحْیِنَ میں بھی جین کے تا سے متصل ہونے کے باوجود اُس
 سے ابتداء و اعادہ جائز ہے۔

واضح ہو کہ یہ کلمات جن موقعوں میں مقطوع ہیں ان میں اضطرار
 کے وقت درمیان میں وقف جائز ہے اور جہاں موصول ہو کر کئے
 وہاں دوسرے جزو کو ملا کر ہی وقف کر سکتے ہیں۔



✓ خاتما

قرآن کے رسم الخط کے دوسرے خطوط سے علیحدہ اور
جدا ہونے کی حکمتوں اور چند ہدایات ہیں۔

شیخ عبدالحق، جزیری کی شرح میں فرماتے ہیں کہ قرآن کا رسم الخط
جو عام قواعد سے الگ ہے۔ ہم نے اپنے استاذوں سے اس کی وجہ
دریافت کی تو کسی نے ایسا جواب نہیں دیا جو بیمار کو شفا دے سکے۔
اب اس میں چار احتمال ہیں جن میں سے ہر ایک کے ساتھ اس کا جواب
بھی موصوف نے خود ہی درج فرمایا ہے اور جواب کی علامت جمع ہے
علا کوئی کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ اس خط کے بارے میں نبی صلی
اللہ علیہ وسلم سے کوئی خاص نص آئی ہے ؟

(ج) یہ بات (یعنی نص) ثابت نہیں ہوئی ؛

علا یہ کتابت صحابہؓ سے اتفاقاً اور بلا ارادہ اسی طرح صادر ہو
گئی ہے۔

(ج) یہ اور بعید ہے۔

علا اگر کوئی کہے کہ وہ لکھنے والے عرب کے رسم الخط کے
قواعد سے واقف نہیں تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ

یہ بالکل بعید ہے۔

۲ ممکن ہے کوئی یہ کہے کہ ان کو علم تو تھا لیکن اس پر بھی انہوں نے قصداً اور جان بوجھ کر لکھا ہے تو اس صورت میں ضروری ہے کہ ان کے اس طرح لکھنے کی کوئی وجہ بتائی جائے۔

(ج) قرآن نے اس کی وجہ تو بتائی ہیں: لیکن اُن سے اس بات کا پتہ نہیں چلتا کہ ایک ہی کلمہ کو ایک جگہ اور طرح لکھا ہے اور اُسی کلمہ کو دوسری جگہ اس کے خلاف دوسرے طریق سے لکھا ہے: حالانکہ کلمہ ایک ہی ہے اور اس میں اس کا عکس بھی ہو سکتا ہے (پھر ایسا کس لیے نہیں کیا، ہاں مین کے شیوخ کے کلام میں اس کی تین وجوہ میری نظر سے گزری ہیں اور وہ یہ ہیں ۱۔ قرآن مجید اپنی عبارت میں معجز ہے جس نے اپنی مثال لانے سے دنیا کو عاجز کر دیا ہے) اور یہ اس بات میں اور کلاموں سے نرالا تھا اس لیے اس کا خط بھی نرالا ہی رکھا: تاکہ اس صفت میں خط اور الفاظ دونوں یکساں ہو جائیں ۲۔ قرآن مجید سماعی ہے۔ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سُن کر حاصل کیا گیا ہے، نہ کہ عقل کے ذریعہ جیسا کہ اس کی صحیح تفسیر بھی نقل کے بغیر عقل سے نہیں ہو سکتی۔ اس لیے اس کا خط بھی ایسا رکھا کہ جب تک کوئی اس کے خط کو سیکھ نہ لے یا اُستاف سے سن نہ لے اس وقت تک اس کے صحیح پڑھنے پر قابو نہ پاسکے ۳۔ چونکہ قرآن مجید کے سیکھنے اور سکھانے میں بہت اجر ملتا ہے ایسے صحابہؓ نے خیر خواہی کی غرض سے اس کا خط

اس طرح رکھا، تاکہ قرآن مجید کی محبت کے سبب اس کے خط کو سیکھ اور ثواب پائے
بیچھ جُزومی حکمتیں | (۱) شمول: (دوسری قرأت کی طرف

اشارہ کرنا) جیسے قُلْ تَرَبِّیْ دِیْنِیْ میں الف کا حذف اس لئے ہے کہ یہ قُلْ تَرَبِّیْ والی قرأت کو بھی شامل ہو جائے
 (۲) فرق: دو کلموں میں فرق کرنا: جیسے اُدِیْ میں واؤ اس لئے زائد ہے کہ اس میں اور اِلیٰ میں فرق ہو جائے کیوں کہ دُورِ اوّل میں حرکات نہیں لگی تھیں: اسی طرح چائے: نَبَائِی: تَائِیْسُو: یَائِیْسُ اور مَائِیَّةُ میں الف اس لئے زائد ہے کہ ان میں اور حَتّٰی اور یَتّٰی اور یَبِیْسُو یَائِیْسُ اور مَائِیَّةُ میں فرق ہو جائے۔

(۳) - معنی کی رعایت: مثلاً لَا اَذْبَحْنٰہُ (نمل ۶) میں الف اس لئے زائد ہے کہ اس طرف اشارہ ہو جائے کہ سلیمانؑ سے ذبح ہُدّ کا فعل صادر نہیں ہوا۔ اور سَنَدُعُ الذَّبَابِیْنِ (علق) میں واؤ کا حذف اس طرف اشارہ کرنے کے لئے ہے کہ حق تعالیٰ شانہ فرشتوں کے بلانے میں ذرا بھی دیر اور تاخیر نہیں فرمائیں گے۔ بلکہ انہیں فوراً اور بلا تاخیر حاضر کر لیں گے: اور ممکن ہے کہ اس حذفِ واؤ کی وجہ یہ ہو کہ فَلْيَدْعُ کے ساتھ ظاہری مشاکلت و موافقت میسر آ جائے۔

(۴) استعمال کی کثرت: مثلاً بِسْمِ اللّٰہِ میں اِسْمُ کے ہمزہ کا حذف۔

(۵) معنی میں فرق بتانا: مثلاً بِأَمْرِیْ (ذُریت ۳) میں الف کی یاد دہانی

یہ بتانے کے لئے ہے کہ یہ آئینِ قوت کے معنی میں ہے۔ نہ کہ ہاتھوں کے معنی میں۔

(۶) ہر ملک اور ہر زبان کی ایک خاص رسم ہوتی ہے: جس میں عقل کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ مثلاً اردو میں ”سخواہش“ اور خود ”میں“ واؤ لکھتے ہیں حالانکہ وہ تلفظ میں نہیں آتا: پس اسی طرح قرآن کی بھی ایک خاص اور مستقل رسم ہے جس پر اعتراض نہیں ہو سکتا:-

ہدایت ۱ | سیدنا امام مالکؒ سے ایک بار پوچھا گیا کہ یہ واؤ: یا الف جن کے حذف و اثبات کا رسم میں ذکر آتا ہے: اگر ان میں تغیر ہو جائے اور صحیح رسم کے مطابق نہ ہو تو اس بارہ میں آپ کی رائے کیا ہے؟ فرمایا کہ کوئی حرج نہیں: علامہ دانیؒ فرماتے ہیں کہ سیدنا امام مالکؒ کا مطلب یہ ہے کہ جن حروف کے متغیر (او، حذف) ہو جانے سے معنی میں فرق نہ آئے ان کے تغیر و تبدل سے کوئی حرج نہیں ہوتا جیسے اُولَئِكَ : اُولَیْ : اُولَاتُ : سَاوِرِیْکُمْ وَغِیْرَہُ کا واؤ اور لَنْ تَدْعُوْا : لَا اَنْتُمْ وَغِیْرَہُ کا الف اور نَبَاِیِ الْمُرْسَلِیْنَ وَغِیْرَہُ کی یا:

ہدایت ۲ | امام عاصمؒ رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ مقطوع و موصول کلمات میں اگر تغیر ہو جائے تو کچھ حرج تو نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ امام دانیؒ فرماتے ہیں کہ ان کی مراد یہ ہے کہ جن میں اختلاف ہے ان میں تغیر جائز ہے۔ باقی جن میں اتفاق ہے ان میں تغیر جائز نہیں ہے!

ہدایت ۳

دانیٰ فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک قرآنوں کے رسم کے مختلف ہونے کا سبب یہ ہے

کہ جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرآن جمع کیا اور اس کو ایک ہی شکل پر لکھا اور ان کی رسم قریش کے لغت کے موافق رکھی اور اس کے سوا ان دوسرے لغات پر نہیں رکھی جو غیر صحیح اور غیر ثابت ہیں تو آپ نے امت پر شفقت کی نظر فرمائی اور احتیاط سے کام لیا۔ اور یہ بات ان کے خیال میں بھی ثابت شدہ تھی کہ یہ زائد حروف بھی اسی طرح حق تعالیٰ ہی کے یہاں سے نازل ہوئے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے گئے ہیں اور یہ بات بھی آپ کے علم میں تھی کہ ان سب حروف کے ایک قرآن میں جمع کرنے کی صرف یہی ایک صورت ہو سکتی ہے کہ ان کلمات کو دو دو بار لکھا جائے اور ان کو اس طرح لکھنے سے رسم میں خلط اور تغیر ہو جائے گا۔ پس اس سے بچنے کی غرض سے ان کلمات کو قرآنوں میں متفرق کر دیا: اس لئے بعض میں ان کا اثبات ہو گیا اور بعض میں حذف تاکہ امت ان کو اسی طرح محفوظ کر سکے جس طرح حق تعالیٰ کے یہاں سے نازل ہوئے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے گئے ہیں۔

پس متعدد شہروں والوں کے قرآنوں میں ان کلمات کی رسم کے اختلاف کا سبب یہ ہے :-

خلاصہ یہ کہ بعض میں حذف اور بعض میں اثبات اور بعض میں

اور رسم کی مخالفت بھی لازم نہ آئے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَعِلْمُهُ اَتَمُّ وَاحْكُمُ

تَمَّتْ وَبِالْفَيْضِ عَمَّتْ

وَاخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَسَلَامٌ
عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

احقر

رَجِيمٌ خَشِيْتُ يَا ذِي نَبِيٍّ عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ
مُقِيمٌ مَدْرَسَةِ عَرَبِيٍّ خَيْرُ الْمَدَارِسِ مُلَانَا

۱۷ محرم الحرام ۱۳۹۲ھ
ع



طبع ... دوم

تجوید و قرائت کی چند نادر و نایاب کتب

۱۰/۰	مقدمہ جزیریہ کی شرح گلزار	۱۵/۰	کاشف العسر شرح ناظر الزہر
۱۰/۰	رف " " "	۵/۰	القرۃ المرضیہ
۲۲/۰	ترجمہ مقدمہ جزیریہ	۲/۵۰	روایت قتلون
۱۰/۰	اسہل الوارد	۵/۰	روایت درش
۱۰/۰	تکمیل الاجر	۲/۵۰	قراءۃ ابن کثیر
۱۰/۰	متشابهات القرآن	۳/۰	" ابو عمرو
۵۰/۰	آداب تلاوت	۳/۰	" ابن عامر
{	تاریخ علم قرائت	۱/۰	روایت ابو بکر
	" " تجوید	۵/۰	قراءۃ حمزہ
	ہدیہ طاہریہ	۳/۰	" کسائی
۱۰/۰	احکام السن	۳/۵۰	قراءت ثلثہ
۱۰/۰	ہدایہ الرحیم	۴/۰	تکثیر النفع
۱۰/۰	مجمع البحرین	۳/۵۰	وضوح الفجر
۱۰/۰	المکرمۃ النیرۃ فی من الطیبۃ	۱/۰	تسہیل القواعد

ادارہ نشر و اشاعت کتب اسلامیات درجہ قراءت مسجد کراچا